قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم هناک الزلازل والفتن و بها يطلع

قَرْنُ الشَّيطَانِ

تصنیف

جامع معقولات و منقولات حضرت علامہ مفتی محمد رفیق الاسلام صاحب قبلہ نوری دیناجپوری
صدر شعبہ افتاء جامعہ غوثیہ شکوریہ بلہور کانپور یوپی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قرنُ الشّیطان

جامع معقولات ومنقولات حضرت علامہ مفتی محمد رفیق الاسلام صاحب قبلہ نوری دیناجپوری

صدر شعبہ افتاء جامعہ غوثیہ شکوریہ بلہور کانپور یوپی

شائع کردہ

مفکر ملت حضرت علامہ مولانا محمد انیس الرحمان صاحب نوری (پرنسپل جامعہ ھذا)

عالی جناب عزت مآب ماسٹر محی الدین صاحب (مدرس جامعہ ھذا)

نام کتاب: قرنُ الشیطان

مصنف: حضرت علامہ مفتی محمد رفیق الاسلام صاحب قبلہ نوری دیناجپوری

کمپوزنگ وڈزائننگ: (مولانا) محمد وقار رضا مشاہدی مصباحی
(نور گرافکس راوت پور کانپور)

تعداد: ۱۱۰۰

سن اشاعت: ۱۴۳۵ھ/۲۰۱۳ء

ناشر: جامعہ غوثیہ شکوریہ بلہور کانپور یوپی

حضرت علامہ مولانا محمد انیس الرحمان صاحب نوری

خلیفہ حضور اویس ملت بلگرام شریف

و پرنسپل جامعہ ھذا

کلام اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ

زمین وزماں تمہارے لئے، مکین ومکاں تمہارے لئے
چنین وچناں تمہارے لئے، بنے دوجہاں تمہارے لئے

دہن میں زباں تمہارے لئے، بدن میں ہے جاں
ہم آئے یہاں تمہارے لئے، اٹھیں بھی وہاں تمہارے لئے

فرشتے خدم، رسول حشم، تمام امم، غلام کرم
وجود وعدم، حدوث وقدم، جہاں میں عیاں تمہارے لئے

کلیم ونجی، مسیح وصفی، خلیل و رضی، رسول ونبی
عتیق ووصی، غنی وعلی، ثنا کی زباں تمہارے لئے

نہ جن وبشر، کہ آٹھوں پہر، ملائکہ در، پہ بستہ کمر
نہ جبہ وسر، کہ قلب وجگر، ہیں سجدہ کناں تمہارے لئے

نہ روح امیں، نہ عرش بریں، نہ لوح مبیں، کوئی بھی کہیں
خبر ہی نہیں جو رمزیں کھلیں، ازل کی نہاں تمہارے لئے

خلیل ونجی، مسیح وصفی، سبھی سے کہی، کہیں بھی بنی؟
یہ بے خبری، کہ خلق پھری، کہاں سے کہاں تمہارے لئے

اشارے سے چاند چیر دیا، چھپے ہوئے خور کو پھیر لیا
گئے ہوئے دن کو عصر کیا، یہ تاب وتواں تمہارے لئے

صبا وہ چلے، کہ باغ پھلے، وہ پھول کھلے، کہ دن ہوں بھلے
لوا کے تلے، ثنا میں کھلے، رضا کی زباں تمہارے لئے

تقریظ جلیل

بقیۃ السلف عمدۃ الخلف شیخ العلماء تاج الفقہاء امام الصلحاء مرجع الفتاویٰ سیدی وسندی واستاذی

حضرت علامہ ومولانا الحاج مفتی محمد صالح صاحب قادری نوری بریلوی

دامت فیوضہ العالیہ علینا فی الدارین

شیخ الحدیث جامعۃ الرضا متھرا پور بریلی شریف یوپی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علیٰ من ارسلہٗ خاتم الانبیاء ورحمۃ للعٰلمین وعلیٰ آلہٖ وصحبہ اجمعین عزیز القدر عالم، لائق مدرس، باصلاحیت مصنف حضرت علامہ مولانا مولوی مفتی محمد رفیق الاسلام صاحب نوری منظری دیناج پوری (زید مجداً وفضلاً) کی ایک تازہ تصنیف ''قرن الشیطان'' کا مبیضہ سامنے آیا۔ میں نے رغبت کے ساتھ پوری کتاب کا مطالعہ کیا۔ ماشاء اللہ بہت اچھی کاوش ہے (جعلہ اللہ تعالیٰ مشکورا) اثبات مدعیٰ کے لئے صاحب تصنیف کا رنگ استدلال خوب وپرکشش ہے۔ طرز بیان میں قدرے انوکھا پن ہے اور کتاب تشفی بخش دلائل سے آراستہ ہے۔ قوم وملت کے لئے مصنف کی خیر خواہی وہمدردی صاف جھلک رہی ہے۔

یہ رسالہ، راہ راست سے ہٹی ہوئی ایک مخصوص ٹولی کی خیر خبر سے متعلق ہے۔ جو غلوئے ناحق، افراط وتفریط اور بے اعتدالی کی مذموم صفت سے بھر پور متصف ہے حتیٰ کہ شیطان لعین کے کید اخبث میں مکید ہے جن کو اس نے شہد بتا کر زہر پلا دیا ہے۔ نیکی کے بہانے بہت بڑی خطرناک مہلک بدی میں مبتلاء کر رکھا ہے جن کی اصلیت سے بہت لوگ ناواقف ہیں یا ان کی ظاہری دینداری سے متاثر یا فریب زدہ ہیں۔ اس کتاب کا مطالعہ ناواقف

حال طبقے کے لئے انشاء اللہ تعالیٰ بہت مفید ثابت ہوگا۔ واقعیت واصلیت سے آگاہی ملے گی اور متاثرین یا مخدوعین کی غلط فہمی کا غبار صاف ہو جائے گا اور پھر توقع ہے کہ شاید وہ بدانجامی سے ڈر کر اس ضلالت کی دلدل سے نکلنے کی فکر وسعی کریں۔

معلوم ہو کہ اس ٹولی کا جد اعلیٰ عہد رسالت میں موجود تھا اس کی آنے والی ذریت کو دربار رسالت سے "قرن الشیطان" کا برالقب مل چکا تھا۔ یعنی شیطان (ابلیس لعین) کی جماعت۔

پھر یہی جماعت آگے چل کر چند سالوں کے بعد (عہد صحابہ وتابعین میں) خوارج کے نام سے موسوم ہوئی اور پھر مختلف ادوار میں مختلف علاقوں میں دیگر نئے نئے ناموں سے ظاہر ہوتی رہی۔ حتیٰ کہ اسی "قرن الشیطان" کا نام ماضی قریب میں نجدی، جماعت یا وہابی جماعت پڑا، وہ روز حدوث سے دور حاضر تک اسی نام ولقب سے متعارف ہے۔ وہابیت کا حدوث وظہور بارہویں صدی ہجری کے اواخر میں نجد کے علاقہ میں ہوا تھا۔
(شامی کتاب السیر)

یہ کتاب مستطاب انشاء اللہ تعالیٰ ناظرین کو خارجیوں، وہابیوں، نجدیوں کے بنیادی اجمالی افکار وکردار سے روشناس کرانے میں معین ومددگار ثابت ہوگی۔ گویا یہ رسالہ، لائق اعتماد اخبار اور قابل قبول دلائل پر مشتمل ہونے کی وجہ سے واقعیت کا آئینہ ہے۔ حقیقت کا عکس ومنظر، اہل نظر وطالب آخرت کو اس میں صاف نظر آسکتا ہے۔

مصنف کا جذبۂ اصلاح وتبلیغ، پرکشش طرز نگارش اور شائستہ لب ولہجہ رسالہ کی افادیت وزیبائش میں اضافہ کر رہا ہے۔ مصنف نے ناقابل انکار واعتراض احادیث واخبار کا التزام رکھا حتیٰ کہ صحیح البخاری اور صحیح امام مسلم پر اکتفاء کیا ہے۔

بالجملہ شر کو شر سجھانے اور خیر کو خیر سمجھانے کی یہ مولانا صاحب کی ایک مخلصانہ وقابلانہ کاوش ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے لطف وکرم سے ان کی سعی کو بارآور فرمائے۔ سعادت دارین کا اچھا ذریعہ بنائے۔ کتاب خوب خوب مقبول ہو اور مفید ونافع ثابت ہو۔ مولائے کریم صاحب تصنیف کو ہماری طرف سے جزائے جزیل عطا فرمائے۔ آمین برحمتک یا ارحم الراحمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ ،مظہر لطفہ سید الاولین والآخرین سیدنا ومولانا محمد وبارک وسلم وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین والحمد للہ رب العلمین

راقم السطور

ناچیز محمد صالح قادری نوری بریلوی غفرلہ ۲۶ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ ۲۷ فروری ۲۰۱۴ء





اشک قلم

ماحول خوشگوار تھا، ہر سو انصاف کا بول بالا تھا قیصر و کسریٰ کا غرور مٹ چکا تھا، لات ومنات کی پرستش ختم ہو چکی تھی، خوشی کے نغموں سے دنیا کا نصف حصہ گونج رہا تھا، آج ایسی روح پرور فضا کس نظر بد کی شکار ہو گئی، اسلامی سرحدوں میں جہاں قلبی سکون حاصل ہو رہا تھا، وہیں قدم قدم پر خوف ودہشت کے درندے ہمیں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے ہیں، قوم مسلم کی آہیں سسکیاں، گریہ وزاری دانشوروں کو متنبہ کر رہی ہیں، پاکستان، افغانستان، عراق، تیونسیا، سوڈان، مصر اور سیریہ کی سرزمیں مسلمانوں کے خون سے لالہ زار بنی ہوئی ہے، بازاروں اور سڑکوں کے بعد اب انسانی دشمن مساجد، مقابر اور مدارس کو بھی اپنا نشانہ بنا رہے ہیں، ایک میت کو کاندھے پر قبرستان کی طرف لے جانے والے سوگواروں پر بھی اجتماعی ہلاکت کے خوفناک حملے کئے جارہے ہیں خاص کر جمعہ کے دن مسجدیں ان حملوں کی زد میں آجاتی ہیں جبکہ جمعرات یا عرس کے ایام میں مزاروں کو ہدف بنایا جاتا ہے اس انتخاب کا مقصد صرف یہی ہوتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ انسانی لاشوں پر ایک ناپاک ارادہ رقص کر سکے۔

آج پھر ان حملوں کی زد میں ایک ایسی دنیا بھی آگئی ہے جو سطح زمیں پر نہیں بلکہ درون ارض بسی ہوئی ہے، زمین والے اسے قبرستان کہتے ہیں تو کیا قبر والوں سے بھی انھیں عداوت ہے حالات تو یہی بتا رہے ہیں بلکہ یہ دشمنی اور پرانی ہے حضرت آمنہ کی قبر توڑی گئی، حضرت فاطمہ کی قبر توڑی گئی، حضرت عائشہ کی قبر توڑی گئی، حضرت خدیجہ کی قبر توڑی گئی، حضرت عثمان کی قبر توڑی گئی، حضرت حسن کی قبر توڑی گئی، کہاں تک شمار کروں، صحابہٴ کرام کے ہزاروں مزارات توڑے گئے، بلکہ نام ونشان تک مٹا دیا گیا اور یہ تباہی کا سلسلہ چودھویں صدی ہجری کی ابتداء سے لیکر آج تک جاری ہے جب سے خلافت عثمانیہ کا زوال شروع ہوا یہ فتنے سر اٹھانے لگے اور درندے روز بروز بے لگام ہوتے چلے گئے، آخر خوف کا یہ دور کب تک جاری رہیگا، کوئی ماہر نجوم بھی نہیں بتا سکتا، دور حاضر میں سال رواں مالے میں کئی خانقاہیں منہدم ہوئیں، پاکستان میں مزارات پر دھماکے ہوئے، سیریہ میں حضرت زینب کے روضہ میں آگ لگائی گئی، حضرت یاسر کے روضہ کو توڑا گیا، حضرت جعفر طیار کے روضہ کو مسمار کیا گیا، حضرت حجر ابن عدی کے روضہ کو کھود کر جسم پاک کو باہر نکالا گیا جو چودہ سو (۱۴۰۰) سال کے بعد بھی تازہ حالت میں تھا اور اسلام کی صداقت کا اعلان کر رہا تھا، لوگوں نے بار بار مجھ سے ایک سوال کیا آخر یہ لوگ کون ہیں جنکی تباہ کاریوں سے زیر زمین مردے بھی محفوظ نہیں ہیں جبکہ ان کے ہاتھوں میں قرآن ہے، چہرے میں داڑھی ہے زبان پر تسبیح ہے، ماتھے پر نشان سجدہ ہے پھر اللہ کے نیک بندوں سے ان کی دشمنی کیسی ہے اسی کے جواب کو میں نے بخاری شریف اور مسلم شریف میں تلاشنے کی کوشش کی کتاب پڑھنے کے بعد ہی آپ کا فیصلہ ہوگا کہ میں کہاں تک کامیاب ہوں۔

میں نے ان دونوں کتابوں کو ماخذ اس لئے بنایا کہ ہمارے ہندوستان میں بھی ایک فرقہ اس خونریزی کو صحیح مان رہا ہے جو اپنے آپ کو اہل حدیث یا سلفی کہلاتا ہے، صحاح ستہ کا حوالہ مانگنے کی اس کی پرانی عادت ہے، طوالت کی وجہ سے میں نے صرف دو کتابوں کا انتخاب کیا اور اسی پر ترتیب شروع کی جو صحاح ستہ میں بھی اصح ترین اور مقبول ترین ہیں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان درندوں کی درندگی سے امت مسلمہ کو محفوظ رکھے (آمین)

خیر اندیش

محمد رفیق الاسلام نوری

الجامعۃ العربیہ غوثیہ شکوریہ بلہور کانپور

۱۲ر رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ ۲۲ر جولائی ۲۰۱۳ء بروز دوشنبہ مبارکہ

﴿از﴾

مدبر عصر مفکر دہر حضرت علامہ و مولانا الحاج محمد انیس الرحمٰن صاحب قبلہ نوری مدظلہ العالی

پرنسپل الجامعۃ العربیہ غوثیہ شکوریہ بلہور کانپور

۷۸۶/۹۲

الحمد للہ! ہمارا ادارہ الجامعۃ العربیہ غوثیہ قادریہ شکوریہ بلہور کانپور نے دین و ملت کی وہ نمایاں خدمات انجام دی ہیں جن کی وجہ سے آج وہ ہندوستان میں تعارف کا محتاج نہیں ہے بالخصوص کانپور اور اس سے متصل اضلاع میں ادارہ کی سعی جمیل زبان زد خاص وعام ہے جب بھی مخالفین نے اسلام کے تقدس کو چھیڑنے کی حماقت کی اس ادارہ نے اپنی ذمہ داری کا بھرپور احساس کیا اور اپنی دینی، ملی اور سیاسی توانائی سے بھرپور جواب دیکر انھیں لاجواب کیا جہاں ایک طرف تعلیمی آغوش میں نوخیز اذہان کی نشو نما ہو رہی ہے وہیں دوسری طرف اعلیٰ تعلیم کے حصول میں مصروف باصلاحیت و باذوق طلبہ کو بھی تحقیقی زیورات سے آراستہ کیا جاتا ہے میدان علم و ہنر کے یہ مسافر جب اپنی منزل کو پا لیتے ہیں تو پھر جامعہ کے سالانہ اجلاس عام میں سند و دستار سے انکی قابل رشک حوصلہ افزائی بھی کی جاتی ہے، یہاں کا شعبۂ افتاء کسی سے مخفی نہ ہوگا جو بنفس نفیس خود ایک حوالہ ہے۔

مسلمانان اہل سنت باخبر ہیں کہ حوادث زمانہ اس کے لئے غیر مؤثر ہیں۔ شریعت کو طبیعت کے ترازو میں تولنے کا مزاج یہاں زندہ نہیں رہ سکتا۔ بلکہ ہمارا دارالافتاء تو اسی کو زندگی تصور کرتا ہے کہ طبیعت شریعت کی وفاشعار باندی بنکر آخرت کی کامیابی کی طرف گامزن رہے یہی وجہ ہے کہ جب بھی ملت اسلامیہ کو ضرورت پیش آئی تو اس دارالافتاء نے خدمت کیلئے اپنے کو ملت کے حوالے کیا۔ آج ایک جدید نام کا فرقہ ملت بیضہ کا ناسور بنا ہوا ہے جس کی دہشت گردی اور خونریزی سے عالم اسلام میں کہرام مچا ہوا ہے۔ اسکی خونی داستان محمد ابن عبدالوہاب نجدی سے شروع ہو کر آج پوری دنیا میں خوفناک شکل اختیار کر چکی ہے۔ ایمان کی پاکیزگی اور اسلام کے احکام ان کے ظلم و ستم سے پامال ہو رہے ہیں۔ مسلمان حیران ہیں کہ ان کے چہرے پر داڑھی ہے، ماتھے پر نشان سجدہ ہے، ہاتھ میں تسبیح کے دانے ہیں، زبان پر آیت قرآن ہے، سر پر ٹوپی مع صافہ ہے دیکھنے میں بھلے مسلمان معلوم ہوتے ہیں لیکن کارنامے کس قدر گندے ہیں اجتماعی ہلاکت کے حملے ان کا پیشہ ہے، جنازے میں شریک سوگواران کے نشانے پر ہیں، مزارات پر حاضر مرد و زن بچے و جواں ان کا ہدف ہیں، مساجد میں جمعہ ادا کرنے والے اللہ کے نیک بندے ان کے شکار ہیں یہاں تک کہ زیر زمین آرام فرما اولیاء کرام و صحابۂ عظام کا تقدس بھی ان کے دست استبداد سے محفوظ نہیں ہے، لہٰذا مسلمانوں کی حیرانی کوئی بے جا نہیں کہ ایک طرف ان لوگوں کے چہرے ہیں دوسری طرف ان کے گھنونے کارنامے ہیں اسی حیرانی کو دور کرنے کی کوشش کی گئی ہے ''قرن الشیطان'' نام کی اس گراں قدر کتاب میں مزید اس کتاب کی ایک دوسری خوبی یہ ہے کہ ابتداء تا انتہا مصنف نے بخاری شریف و مسلم شریف کا ہی التزام رکھا کہ یہ فرقہ اپنے کو اہل حدیث کہلانا زیادہ پسند کرتا ہے اور حدیث کی یہ دونوں کتابیں قابل افتخار ہیں۔

منقولہ احادیث مبارکہ سے ان کے اصلی چہرے کا اندازہ لگانا کوئی دشوار نہیں رہ گیا ہے۔ حالانکہ ان لوگوں کے خلاف ہمارے علماء کرام کے کارنامے آسمان میں ستاروں کی طرح چمک رہے ہیں اسی سلسلہ کی ایک کڑی یہ بھی ہے جو ہمارے دارالافتاء میں حضرت علامہ مفتی محمد رفیق الاسلام نوری نے ''قرن الشیطان'' کے نام سے تصنیف کی ہے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ زیادہ سے زیادہ انھیں اور دین متین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے اور اس کتاب کو مقبول انام بنائے۔ (آمین)

فاضل موصوف کے اور بھی قلمی کارنامے منظر عام پر آچکے ہیں۔ جنہیں دیکھ کر ارباب فکر و نظر نے اپنے تحسینی کلمات سے موصوف کی کافی حوصلہ افزائی فرمائی ہے۔ خاص کر

اُن نجدیوں نے تو اس لئے بلایا تھا کہ دشمن قبائل پر ہمارا دباؤ رہے اور وہ ہماری طرف ترچھی نظر نہ کرے اور یہ معاہدہ کے مطابق بھی تھا کہ صحابہ کرام نجد میں ہمارے قبیلہ کے مابین اسلام کی تبلیغ بھی کرسکتے ہیں۔لیکن افسوس اُن نجدیوں نے بارگاہِ رسالت میں کیا گیا عہد توڑ دیا اور یہ ستر صحابہ کرام جنھیں دورِ رسالت میں قراءِ کرام کے مبارک نام سے جانا جاتا تھا جب ان کے علاقہ میں داخل ہوئے اور بیرِ معونہ کے پاس پہونچے تو نجدیوں نے ایک بارگی اُن پر حملہ کردیا اور سارے صحابۂ کرام کو شہید کردیا۔اِنّاللّٰہ و انّاالیہ راجعون۔

جب اس کی اطلاع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی تو کافی صدمہ پہنچا۔یہاں تک کہ فجر کی نماز میں بھی اُن لوگوں کے لیے بددُعائیں کیں اور ایک مہینہ تک اُن لوگوں کے لیے روتے رہے۔بخاری و مسلم شریف میں اس واقعہ کو متعدد طریقے سے بیان کیا گیا ہے۔اُن دونوں کے حوالے سے ایک حدیث زینت قرطاس ہے۔

عن انس ابن مالک ان رعلاً وذکوان وعصیة وبنی لحیان استمدوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیٰ عدو فامدھم بسبعین من الانصار کنا نسمیھم القراء فی زمانھم کانوا یحتطبون بالنھار ویصلون باللیل حتیٰ کانوا ببیر معونة قتلوھم وغدروا بھم فبلغ النبیّ ﷺ فقنت شھراً یدعوا فی الصبح علیٰ احیاء من احیاء العرب علیٰ رعل وذکوان وعصیة وبنی لحیان قال انس فقرأنا فیھم قرآنا ثم انّ ذٰلک رفع ، بلغوا عنا قومنا انا قد لقینا ربنا فرضی عنا وارضانا . (بخاری شریف ج۲رص۵۸۶ مسلم شریف ج۱رص۲۳۷)

(ترجمہ)

حضرت انس ابن مالک سے یہ حدیث مروی ہے کہ قبیلہ رعل وذکوان اور کچھ نافرمان اور بنی لحیان نے اپنے دشمن کے مقابلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد مانگی آپ نے ستر صحابہ کرام سے اُن لوگوں کی مدد کی ہم اُن کے زمانے میں اُنہیں قراء کہتے تھے یہ دن میں لکڑیاں لاتے تھے اور رات رات نمازیں پڑھتے تھے یہاں تک کہ ان حضرات کو لے کر جب وہ لوگ بیر معونہ تک پہنچے تو انھیں قتل کردیا گیا اور ان کے ساتھ دھوکہ کیا۔یہ خبر جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچی تو حضور نے ایک مہینہ تک فجر کی نماز میں عرب کے کچھ قبیلوں کے لیے بددُعائیں کیں ان قبیلوں میں قبیلہ رعل قبیلہ ذکوان اور نافرمان اور بنی لحیان ہیں۔حضرت انس نے فرمایا ہم نے ان حضرات کے بارے میں قرآن کی آیت بھی پڑھی ہے پھر بعد میں وہ اُٹھالی گئی آیت یہ تھی۔**بلغوا عنا قومنا انا قد لقینا ربنا فرضی عنا وارضانا**۔یعنی ہماری قوم کو خبر کردے کہ ہم اپنے رب سے مل گئے وہ ہم سے راضی ہے اور ہمیں راضی کیا۔

ہدایت

اس حدیث سے بارگاہ رسالت میں نجدیوں کی غداری و بے وفائی کے ساتھ شقاوت قلبی اور ازلی عداوت کچھ اس طرح عیاں ہے جس کا احساس ہر ایک سلیم الطبع کو ہوسکتا ہے۔

کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ اس حدیث میں کہیں بھی نجد کا تذکرہ نہیں ہے اور یقیناً اسے یہ کہنے کا حق ہے لیکن میں اس سلسلہ میں عرض کروں گا۔

کہ اس مبارک حدیث میں کچھ ضروری چیزوں کا ایسا تذکرہ موجود ہے جس کا انکار بڑا مشکل ہوگا جن میں سے (۱) ان غدار قبیلوں کا نام (۲) قتل گاہ بیر معونہ

ایک نمبر میں چار قبیلوں کا تذکرہ ہے جبکہ تین کا تذکرہ صراحت کے ساتھ یعنی رعل، ذکوان، بنولحیان اور ایک قبیلہ کا تذکرہ لفظ عصیہ سے کیا گیا ہے یہ باضابطہ کوئی قبیلہ نہیں

بلکہ کچھ نافرمانوں کی ایک جماعت تھی بخاری شریف و مسلم شریف میں اسی کے بارے میں
نشاندہی کی گئی ہے جیسا کہ حدیث میں ہے......

عن حارث ابن خفاف انه قال قال خفاف ابن ایماء رکع رسول اللّٰه ﷺ ثم رفع راسهٗ فقال غفار غفر اللّٰه لها واسلم سالمها وعصية عصت اللّٰه ورسولهٗ اللّٰهمّ العنْ بنی لحیان والعنْ رعلاً وذکوان ثم وقع ساجداً قال خفاف فجعلت لعنة الکفرة من اجل ذالک (مسلم شریف ج ا ص ۲۳۸)

(ترجمہ)

حضرت ابن خفاف سے مروی ان کا قول ہے کہ خفاف ابن ایماء نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ رکوع میں تشریف لے گئے پھر اپنا سر مبارک اٹھایا تو ارشاد فرمایا قبیلہ غفار کی اللہ مغفرت کرے اور قبیلہ اسلم کو سلامت رکھے اور وہ نافرمان قبیلہ جس نے اللہ اور اسکے رسول کی نافرمانی کی، اے اللہ! بنی لحیان پر لعنت فرما رعل وذکوان پر لعنت فرما پھر سجدے میں چلے گئے، حضرت خفاف فرماتے ہیں کہ اسی وجہ سے کفر کی لعنت میں یہ گرفتار ہیں۔

ہدایت

اگر عصیہ کو ایک قبیلہ مان لیا جائے تو یہی چار قبیلے ہیں جن پر زبان رسالت سے لعنت کی پھٹکار ہے۔ اس میں یہ گرفتار کیوں نہ ہوں، زبان رسالت کے نکلے ہوئے الفاظ ہیں پھر اس نازک گھڑی میں جب آپ قوم میں تھے حجاز مقدس میں مکہ اور مدینہ ہی دو اہم شہر تھے اور ان دونوں مقدس شہروں میں کون سے قبائل آباد تھے۔ تاریخ اسلام سے ہر ایک اسکا علم حاصل کر سکتا ہے۔ ان چاروں میں سے کسی ایک کا بھی تذکرہ مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کے قبیلوں میں نہیں آتا ہے، اس سے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ قبیلے مکہ و مدینہ یا اس کے قرب وجوار کے نہیں پھر وہ کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ یہ لوگ مکہ و مدینہ کے نہیں تھے لیکن حجاز مقدس کے کسی اور علاقہ واطراف سے ان کے تعلقات سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے؟

اس سلسلے میں عرض کروں گا کہ یہاں صرف قاتلوں کا تذکرہ نہیں بلکہ مقتل کا بھی تذکرہ ہے یعنی بیر معونہ کا بیان ہے اگرچہ یہ کنواں آج وہاں موجود نہیں ہے لیکن نجد وحجاز کے نقشہ پر نظر ڈالنے والوں سے یہ مخفی نہیں ہے کہ ابھی اسی نام سے وہ علاقہ نجد کی سرحد کے اندر موجود ہے، جو مدینہ سے سیدھا مشرق کی طرف ہے۔

میں اس سلسلے میں تاریخی شواہد سے اس لئے گریز کر رہا ہوں کہ ایک فرقہ بات بات پر قرآن کریم کی دلیل مانگتا ہے، صحاح ستہ کی دلیل مانگتا ہے، آخر وہ کون لوگ ہیں؟ انھیں کی تلاش ہے۔ اور صحاح ستہ میں بھی میں نے بخاری شریف اور مسلم شریف کا ہی انتخاب کیا کہ ساری کتب احادیث میں اصح ہیں۔

بہر حال بیر معونہ کے محل وقوع سے ہمیں صاف پتا چلتا ہے کہ صحابہ کرام کی اس عظیم جماعت کو قتل کر کے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کو اذیت پہونچانے والے قاتل نجدی تھے۔ اسی غداری اور بے وفائی کا نتیجہ یہ سامنے آیا کہ آج تک یہ لوگ کفر کی لعنت میں گرفتار ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمادیا ہے.........

اللّٰهمّ العنْ بنی لحیان والعنْ رعلاً وذکوان

ع .... جو چپ رہیگی زبان خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

مزید اس کے محل وقوع کی جستجو بخاری شریف کی حدیث پاک سے بھی ہوسکتی ہے جسے احفظ الصحابہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی بیان فرمایا ہے۔

عن ابی هريره قال بعث النبی ﷺ سرية عينا وامر عليهم عاصم بن ثابت وهو جد عاصم بن عمر بن الخطاب فانطلقوا حتیٰ اذا كان بين عسفان ومكة ذكروا لِحی من هذيل يقال لهم بنو لحيان فتبعوهم بقريب من مأة رام فاقتصوا آثارهم حتیٰ اتو منزلاً نزلوه فوجدوا فيه نوای تمر تزودوه من المدينة فقالوا هٰذا تمر يثرب فتبعوا آثارهم حتیٰ لحقوهم فلما انتهیٰ عاصم واصحابهٗ لجؤا الیٰ فدفد وجاء القوم فاحاطوبهم فقالوا لكم العهد

والمیثاق ان نزلتم الینا ان لا نقتل منکم رجلاً فقال عاصم امّا فلا انزل فی ذمة کافر اللّٰھمّ اخبر عنا رسولک فقاتلوھم فرموھم حتیٰ قتلوا عاصماً فی سبعة نفر بالنبل وبقی خبیب وزید ورجل آخر فاعطوھم العھد والمیثاق فلما اعطوھم العھد والمیثاق نزلوا الیھم فلما استمکنوا منھم حلوا اوتار قسیھم فربطوھم بھا فقال الرجل الثالث الذی معھما ھٰذا اول الغدر فابیٰ ان یصحبھم فجروہ وعالجوہ علیٰ ان یصحبھم فلم یفعل فقتلوہ وانطلقوا بخبیب وزید (الخ) (بخاری شریف ج/۲ص/۵۸۵)

(ترجمہ)

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضورﷺ نے سیاسی مصلحت کے تحت کچھ لوگوں کو ایک سریہ میں بھیجا۔ حضرت عاصم ابن ثابت کو ان کا امیر بنایا اور یہ حضرت عاصم ابن عمر کے نانا تھے۔ یہ حضرات چلے جب عسفان اور مکہ کے درمیان پہونچے، قبیلہ ٔ ہذیل میں انکا چرچا ہوا۔ اسی ہذیل کو نبولحیان بھی کہتے ہیں، قریب سو تیر انداز ماہروں نے ان حضرات کا پیچھا کیا۔ نشان قدم پر چلتے رہے، یہاں تک کہ ایسی جگہ پہونچے جہاں ان حضرات نے پہلے قیام کیا تھا وہاں ان تیر اندازوں کو کھجوروں کی کچھ گٹھلیاں ملیں جو مدینہ سے وہ حضرات ساتھ لائے تھے۔ کہنے لگے یہ تو یثرب کے کھجور ہیں۔ پھر نقش قدم پر چلے یہاں تک کہ ان حضرات سے مل گئے۔ جب حضرت عاصم اور ان کے ساتھیوں نے دیکھا آگے کو راستہ نہیں ہے ایک اونچی جگہ میں سب حضرات جمع ہو گئے اور قوم دشمن بھی وہاں پہونچی۔ ان حضرات کو گھیر لیا، اور کہنے لگے تم لوگوں سے باوثوق وعدہ کرتے ہیں اگر تم لوگ ہمارے پاس آگئے تو تم میں سے کسی ایک کو بھی ہم قتل نہیں کرینگے۔ حضرت عاصم نے اپنے دوستوں سے فرمایا! میں تو کسی کافر کے ذمہ پر نہیں اترونگا اور یہ کہتے ہوئے جنگ شروع کردی۔ کہ اے اللہ! ہماری خبر اپنے نبی کو عطا کردے۔ ان تیر اندازوں نے تیروں کی بارش شروع کردی زد میں آکر سات حضرات مع حضرت عاصم شہید ہو گئے۔ حضرت خبیب، حضرت زید اور ایک تیسرے صحابی باقی رہے۔ پھر دشمنوں نے ان سے باوثوق وعدہ کیا ان کے وعدہ پر یہ تینوں حضرات ان کے پاس اتر آئے۔ جب ان تینوں کو اپنے قبضے میں لیا اپنی کمانوں کی رسیاں کھولیں اور ان تینوں کو ان رسیوں سے باندھ دیا۔ وہ تیسرے آدمی جو حضرت خبیب اور زید کیساتھ تھے کہنے لگے یہ پہلی غداری ہے۔ اور انھوں نے ساتھ چلنے سے انکار کردیا۔ تو یہ لوگ انھیں گھسیٹنے لگے اور ساتھ چلنے پر مجبور کرنے لگے، یہ کسی طرح سے تیار نہیں ہوئے تو ان لوگوں نے انھیں قتل کردیا اور حضرت خبیب اور حضرت زید کو ساتھ لے گئے۔

ھدایت

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سریہ میں دس صحابہ کرام کو بھیجا تھا اور امیر لشکر حضرت عاصم تھے جو حضرت فاروق اعظم کے خسر تھے۔ یہ واقعہ جنگ بدر کے بعد کا تھا مکہ پر ابھی اسلام کا غلبہ نہیں ہوا تھا بدر میں مکہ کے بڑے بڑے سور ما واصل جہنم ہو چکے تھے، قبیلہ ٔ ہذیل سے ابھی تک اسلام کی کوئی جنگ نہیں ہوئی تھی۔ یہ قبیلہ حجاز سے باہر کا تھا۔ اسی قبیلہ کو لوگ بنو لحیان بھی کہتے تھے۔

یہ ان چار قبیلوں میں سے ایک ہے ستر قراء کرام کے خون ناحق سے بھی جنکا دامن بعد میں داغدار ہو گیا تھا۔

اس قبیلہ کی تاریخ دیکھو تو مکہ اور مدینہ کے قبیلوں میں اس کا کوئی پتہ نہیں چلتا ہے۔ جبکہ نجد میں یہ قبیلہ موجود تھا۔ ان حضرات نے حضرت خبیب اور حضرت زید کو مکہ کے ان کافروں کے ہاتھ فروخت کردیا جن کے آباء واجداد میدان بدر میں قتل ہوئے تھے تاکہ مکہ والوں سے انھیں دولت بھی ملے اور ان دونوں کا قتل بھی ہو جائے اور یہی ہوا کہ یہ دونوں حضرات کچھ اس طرح شہید ہوئے جسے لکھتے ہوئے قلم پر بھی لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔

ان دس صحابہ کرام کو قبیلہ ٔ ہذیل سے کوئی بیر نہیں تھا، یہ لوگ اپنے کام سے جا رہے تھے۔ دس افراد کو سو تیر اندازوں نے اپنے احاطے میں لے لیا قتل نہ کرنے کا وعدہ کیا، سات کو پہلے قتل کیا، ایک کو قبضہ میں لے کر قتل کیا، حضرت خبیب اور حضرت زید کو مکہ کے

کافروں سے قتل کرایا۔ نجدی ان دونوں حضرات کو مکہ لے گئے اعلان کیا، لوگو! دیکھو ہمارے پاس کس قدر قیمتی قیدی ہیں مکہ والے حضرت خبیب کو دیکھ کر پہچان گئے کہ یہ تو وہی شیر ہے جو قہر خدا بن کر ہمارے آباؤاجداد پر میدان بدر میں ٹوٹ پڑا تھا۔ آج ظلم کے پنجرے میں بند ہے اسی نے ہمارے قبیلہ کی جان وشان حارث ابن عامر کو قتل کیا تھا۔ یہ کہتے ہوئے اس کی اولاد نے حضرت خبیب کو خرید لیا، نجدیوں کو منہ مانگی قیمت ملی اور یہی حال کچھ حضرت زید کا بھی ہوا، دونوں حضرات پر ہر طرح کے ظلم وستم آزمائے جارہے تھے یہاں تک کہ کھانا پینا بھی روک دیا گیا تھا۔ ظالموں کے بچے تیر اور چاقوؤں سے ان کے جسم سے کھیل رہے تھے، چاقوؤں کی کاٹ اور تیروں کی تیزی کی مشق یہیں ہورہی تھی۔

حضرت خبیب کے بارے میں حارث ابن عامر کی ایک لڑکی کا بیان ہے کہ خبیب سے بہتر قیدی میں نے کبھی دیکھا نہیں ہے، اور کہتی ہے کہ ہم لوگ تو کھانا نہیں دیتے تھے لیکن میں نے خود دیکھا ہے کہ اس کے ہاتھ میں انگور کا خوشہ تھا اور وہ اسے کھا رہے تھے جبکہ وہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے کسی غیر کی وہاں تک کوئی رسائی نہیں تھی اور وہ زمانہ ایسا تھا کہ مکہ میں انگور کا موسم بھی نہیں تھا، یقیناً اللہ تعالیٰ نے خاص اسی کے لئے یہ رزق عطا کیا ہوگا، ہر طرح کے ظلم وستم ڈھانے کے بعد جب یہ لوگ تھک گئے ایک دن حرم سے باہر لے گئے اور عقبہ ابن حارث نے حضرت خبیب کو شہید کردیا۔ (انا للّٰہ وانآ الیہ راجعون)۔

ادھر حضرت زید کیساتھ بھی ایسا ہی برتاؤ ہوا آج نجدیوں کو اس قدر سنگ دل کس نے بنایا، اسلام سے کون سی دشمنی ہے کہ ان عظیم ہستیوں کیساتھ ایسا سلوک ہوا۔ اب راز راز نہ رہا حقیقت طشت ازبام ہوئی۔ اللہ کے رسول سے عداوت ان کی پرانی عادت ہے۔

اور تم پر میرے آقا کی عنایت نہ صحیح
نجدیو کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا

الفضل ما شهدت به الاعداء

سب چمک والے اجلوں میں چمکا کیئے : اندھے شیشوں میں چمکا ہمارا نبی

آسمان میں چمکتا ہوا چاند جس طرح کرۂ زمین کو اپنی کرنوں سے پرکشش اور تابناک بناتا ہے اسی طرح حجاز مقدس کی تاریک وادیاں بھی رسالت کے سورج سے رشک ماہ ونجوم بنی ہوئی تھیں۔ نبوت ورسالت کا یہ سورج جب برج شباب میں داخل ہوا تو اسکی امانت وصیانت کا چرچا ہر سو عام تھا، کوئی امین کہتا تھا تو کوئی صادق کہتا تھا، کوئی کمزوروں کا مددگار کہتا تھا تو کوئی مظلوموں کی انھیں جائے پناہ قرار دیتا تھا اور مہمان نوازی میں بھی ان کا کوئی ثانی نظر نہیں آتا تھا فرش سے عرش تک ایک برگزیدہ ہستی کی شرافت ودیانت کی دھوم مچی تھی اپنے ہی نہیں بلکہ اغیار بھی ان کے گرویدہ نظر آتے تھے۔

میلاد شریف کا چالیسواں سال تھا غار حرا سے قرآن کریم کا نزول شروع ہوچکا تھا، دشمنوں کی ایذاء رسانی کے خطرات روز بروز بڑھتے جارہے تھے، پہلی آیت کے نزول کے بعد کی کیفیت آج بھی بخاری شریف میں یوں درج ہے.........

عن عائشه رضي الله تعالیٰ عنها .... فرجع بها رسول الله ﷺ يرجف فواده فدخل علیٰ خديجه بنت خويلد فقال زملوني زملوني فزملوه حتیٰ ذهب عنه الروع فقال لخديجه واخبر ها الخبر لقد خشيت علیٰ نفسي فقالت خديجه كلاّ والله مايخزيک الله ابداً انک لتصل الرحم وتحمل الكلّ وتكسب المعدوم وتقري الضيف وتعين علیٰ نوائب الحق فانطلقت به خديجه حتى اتت به ورقه ابن نوفل ابن اسد ابن عبد العزیٰ ابن عم خديجة وكان امرأ تنصر في الجاهلية وكان يكتب الكتاب العبراني فيكتب من الانجيل بالعبرانية ما شاء الله ان يكتب وكان شيخاً كبيراً قد عمي فقالت لهٗ خديجه يا ابن عم ! اسمع من ابن اخيک فقال لهٗ ورقة

یاابن اخی ماذا تریٰ ؟ فاخبر ہ رسول اللہ ﷺ خبر ما رأی فقال لہٗ ورقة هٰذا الناموس الذی نزل اللہ علیٰ موسیٰ یا لیتنی فیها جذعا یا لیتنی اکون حیاً اذ یخرجک قومک ..الخ (بخاری شریف ج۱ص۱/مسلم شریف ج۱ص۸۸)

(ترجمہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، حضور ﷺ پہلی آیت کولیکر لوٹے ان کا قلب پاک دھڑک رہا تھا۔حضرت خدیجہ بنت خویلد کے یہاں تشریف لائے فرمانے لگے مجھے چادر لپیٹ دو مجھے چادر لپیٹ دو، سرکار زینت رداء بنے گھبراہٹ دور ہوئی ۔آپ نے حضرت خدیجہ کوخبر بتا کر فرمایا مجھے اپنے اوپر خوف ہے انھوں نے جواب دیا، ہرگز نہیں قسم اللہ کی اللہ تعالیٰ آپ کوکبھی بھی ناکام نہیں فرمائے گا۔آپ تو صلہ رحمی کرتے ہیں، کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں ضرورت مندوں کوان کی ضرورت کی چیز دیتے ہیں ۔مہمان نوازی کرتے ہیں، حوادث کے شکارلوگوں کی مدد کرتے ہیں ۔حضرت خدیجہ آپ کولیکر چلیں یہاں تک کہ ورقہ ابن نوفل کے پاس پہونچ گئیں جوحضرت خدیجہ کےعم زاد تھے، دور جہالت میں یہ نصرانی بن گئے تھے عبرانی کتاب لکھتے تھے اللہ نے جو چاہا عبرانی میں انجیل بھی لکھتے رہے، عمر دراز تھے آنکھوں کی بینائی چلی گئی تھی، حضرت خدیجہ نے فرمایا اے ابن عم بھتیجے کی سن لو، ورقہ ابن نوفل نے حضور سے پوچھا، اےابن اخ کیادیکھتے ہو؟ تو حضور ﷺ نے وہ خبر بتادی جوحضور نے (غارحرا) میں دیکھا۔ ورقہ ابن نوفل نے کہا، یہ تو وہ راز ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ پرنازل فرمایا تھا، کاش میں اس وقت جوان ہوتا کاش میں اس وقت زندہ ہوتا جب آپ کی قوم آپ کومکہ سے نکال دیگی۔

ھدایت

حضور ﷺ نے فرمایا مجھے اپنے اوپر خوف ہے کہ یہ قوم جہالت زدہ ہے شرک کی دل دادہ ہے کفر پر فریفتہ ہے، بادہ شرک نے اس کی ذہنی طاقت کوسلب کر دیا ہے اور مدہوشی کا یہ عالم ہے کہ خانہ کعبہ میں تین سوساٹھ تراشیدہ خداؤں کی پرستش ہورہی ہے ایسے وقت میں اس کے سامنے وحدانیت کا اعلان ایک عظیم آزمائش سے کم نہ ہوگا یہ لوگ میرے جانی دشمن ہو جائینگے اسی لئے حضور نے فرمایا کہ خطرات کا اندیشہ ہے۔

ہزار ہزار سلام ہوں اس باہمت خاتون جنت حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر جنکی حوصلہ افزائی کا ایک ایک لفظ اسلام کی تاریخ میں ماہ ونجوم سے بھی زیادہ منوراوردلکش ہے۔جن میں سے چندتو آپ کے یہ اوصاف ہیں کہ آپ رشتہ داروں سے قطع تعلق نہیں کرتے ہیں، کمزور کا بوجھ اٹھاتے ہیں یعنی یہاں پانچ جامع خوبیوں کا تذکرہ ہے پھر حوصلہ افزائی ہے، اور ورقہ ابن نوفل بھی ان خوبیوں سے اچھی طرح واقف تھے اسلئے تو اعلان کیا کاش میں اس وقت جوان ہوتا۔کاش اس وقت میں زندہ ہوتا جب آپ کی قوم آپ کو باہر کر دیگی، ابھی اسلام کی تبلیغ نہیں ہوئی لیکن ورقہ ابن نوفل عظمتوں کے قائل نظر آرہے ہیں، حضور ﷺ کے دشمنوں سے مقابلہ کی تمنا کررہے ہیں، یہ ورقہ ابن نوفل کہیں باہر سے نہیں آئے تھے یہ بھی مکہ کے رہنے والے تھے، یہاں کی تاریکی میں انھوں نے بھی آنکھیں کھولی تھیں لیکن عہد طفولیت سے ہی کفروشرک کی آلودہ فضا سے کبیدہ خاطر رہتے تھے یہی وجہ تھی کہ انھوں نے نصرانیت قبول کرلی تھی عبرانی زبان میں کتابیں لکھتے رہے چونکہ نصرانیت کے زیادہ تر مذہبی مواد اسی زبان میں تھے تو انھیں بھی اس زبان کی رغبت ہوئی انجیل مقدس کو بار بار پڑھنے اور سمجھنے کا موقع ملا، آخری نبی کے اوصاف حمیدہ کا جونقشہ ان کے ذہن میں تھا آج سامنے نگاہ وجدان سے اس کودیکھ رہے تھے جتنی خوبیاں ایک نبی میں لازم ہیں ان ساری خوبیوں کے ایک دلکش پیکر سے آج وہ ہمکلامی کا شرف حاصل کررہے تھے، اس لئے تو کہنے لگے کاش میں اس دن جوان ہوتا۔میں زندہ ہوتا۔جس دن آپ کی قوم آپ کومکہ سے نکال دے گی، میں ان سے مقابلے میں کمربستہ رہتا۔

پھروہ زمانہ آیا جب سمندر کے پانی میں پرورش پانے والا وہ عامہ معمورہ تین بڑی بڑی سلطنت کے زیرنگیں ظلم واستبداد کا گہوارہ بن چکا تھا ان تینوں کے علاوہ درجنوں چھوٹی چھوٹی ریاستیں ان تینوں میں سے کسی ایک کی حاشیہ بردار تھیں، ظلم وعدل کا پیمانہ بدل

چکا تھا۔ بڑے چھوٹے کا مفہوم بگڑ چکا تھا، علم وجہالت کا فرق مٹ چکا تھا، نوزائیدہ لڑکی ظالمہ اور منحوس کہلاتی تھی جبکہ اس کو زندہ درگور کرنے والے والدین حرمت وعظمت کے پاسبان کہلاتے تھے، اکثر رہبان واحبار دن میں مبلغ اور رات میں کلیساؤں اور ہیکلوں میں خونخوار درندوں سے بھی بدتر نظر آتے تھے یہ ساتویں صدی عیسوی کے ربع اول کا زمانہ تھا عرب کے ریگستان میں خزائن الارض والسمٰوات کا مالک آقائے دوجہاں ﷺ اپنی حکومت نافذ کر چکے تھے قرآن دستور نظام تھا، قیصر وکسریٰ کے سامنے اہل زمانہ کو لب کشائی کی جرأت نہیں تھی ۔ایسے وقت میں حضور ﷺ نے کچھ خط لکھوائے ایک مبارک نامہ کسریٰ کے خسرو پرویز کے نام دوسرا سلطان حبشہ نجاشی کے نام، تیسرا مبارک نامہ شہنشاہ روم ہرقل اعظم کے نام تھا، انکے علاوہ اور خطوط کا تذکرہ بھی ملتا ہے جن میں بارگاہ رسالت سے سلاطین زمانہ پر احکامات نافذ کئے گئے تھے۔ خسرو پرویز نے نامہ مبارک کی شان میں گستاخی کی تو چند دنوں میں ہی اس کا انجام ایران والوں نے دیکھ لیا، اللہ کے قہر وغضب نے نامہ مبارک کا انتقام لے لیا تھا، گستاخ دنیا سے مٹ چکا تھا۔

شاہ نجاشی نے زوردار استقبال کیا اور اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا حقدار بنا۔ لیکن شہنشاہ روم ہرقل اعظم کوئی حتمی فیصلہ نہ کر سکا یہی تیسرا مبارک نامہ پیش نظر ہے۔

یہ مبارک نامہ سلطان کون ومکان ﷺ نے حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارسال فرمایا تھا اور حکم دیا تھا کہ اسے بُصریٰ کے گورنر کو دے دینا اور کہہ دینا کہ وہ سلطان روم تک یہ پہونچا دے۔

بصریٰ نام سے وہ شہر آج بھی سیریہ میں موجود ہے جو رومی سلطنت کے ماتحت تھا، یہ مبارک نامہ سلطان روم ہرقل اعظم تک پہونچ چکا تھا وہ پریشان ہے، آخر اس کا کیا جواب دیا جائے مجھ پر حکم نافذ کرنے والا اس جہان میں کون ہو سکتا ہے؟۔

جس نبی آخر الزماں کی بشارت حضرت ابن مریم نے دی تھی وہی تو نہیں ہے۔

اب ہرقل کی رات کی نیند اڑ گئی ہے، ابھی وہ ایلیاء میں ہے۔ ایلیاء وہ شہر ہے اسلامی زبان میں جسے بیت المقدس اور یہودی زبان میں یروشلم کہا جاتا ہے۔

یہاں کا گورنر ابن ناطور تھا، ہرقل علم نجوم کا بھی ماہر تھا۔ پتا چلا کہ مالک الختان وجود میں آچکا ہے مشورہ ہوا کہ اس دور میں ختنہ کرانے والی قوم کون سی ہے؟ طے پایا کہ یہودی ختنہ کراتے ہیں جس کی وجہ سے علاقائی یہودیوں کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہزاروں یہودی مارے گئے۔

بہر حال اپنی حکومت کا زوال وہ دیکھ رہا تھا کہ یہ مبارک نامہ بھیجنے کی جرأت کس نے کی، لیکن بھیجنے والا تو حجازی ہے، وہاں نبوت کا داعی کون ہے؟ اس کی تحقیق کیسے ہو سکتی ہے ؟.................فیصلہ ہوا کہ حجاز کے کچھ قافلے ہر سال تجارت کی غرض سے ہمارے ملک میں آتے ہیں، اگر کوئی قافلہ مل جائے تو میرے پاس لاؤ اسی سے کچھ دریافت کریں۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ جنگ بدر اور جنگ احد واقع ہو چکی تھیں، کفار مکہ اور تاجدار رسالت ﷺ کے مابین مقام حدیبیہ میں صلح نامہ پر دستخط ہو چکے تھے، بظاہر اسلام اور کفر کے ما بین حجازی سرزمین میں کوئی بڑی جنگ کا اندیشہ نہیں تھا، مکہ کا ایک قافلہ ہرقل کے سامنے پیش کیا گیا، دیکھا تو قافلے کا سردار ابوسفیان ہے جس کی قیادت میں مکہ والے مسلمانوں سے بار بار جنگ کر چکے ہیں۔

اس قافلہ کی تفتیش ہوئی تو سب کے سب مختون نظر آئے، ہرقل کا تجسس اور بڑھ گیا لیکن مجبوری یہ تھی کہ وہ عبرانی جانتا تھا، عربی سے ناواقف تھا، اور یہ قافلہ عبرانی سے ناواقف۔ اس لئے ترجمان کی ضرورت پڑی اور ساری باتیں اسی کے ذریعہ سے ہوئیں۔

ہرقل نے پوچھا : جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اس سے زیادہ قریبی آدمی کون ہے؟ ابوسفیان نے اپنے کو پیش کیا۔ یہی مخاطب رہے قافلے کے باقی افراد کو ہرقل نے ان کے پیچھے کھڑا کر دیا اور کہہ دیا کہ میں اس سے جو کچھ سوال کروں اگر یہ جواب غلط دے تو تم پیچھے سے اشارہ کر دینا ورنہ جھوٹ پکڑے جانے پر نتیجہ تمہارے خلاف ہوگا۔ پھر یہاں

اس نے گیارہ سوالات کئے اور ادھر سے جوابات دئے گئے۔ سائل ہرقل کے سامنے اپنی حکومت کے تحفظ کا مسئلہ تھا، جبکہ ابوسفیان کے سینے میں بدر کے انتقام کی آگ بھڑک رہی تھی۔

دونوں اس ذات ستودہ صفات سے متنفر تھے گرچہ وجوہات جدا تھیں ایک برگزیدہ ہستی سے نقطہ اختلاف پر دونوں کا اتحاد تھا، دونوں کے مابین سوال وجواب ہے جبکہ موضوع رشد وہدایت کا پیکر ہے، نبوت کا شہنشاہ ہے، رسالت کا تاجدار ہے، ابوسفیان کا کہنا ہے اگر پیچھے والوں کا خطرہ نہ ہوتا تو میں جھوٹ بولتا۔

ہرقل کے سوالات	**ابو سفیان کے جوابات**
(۱) تم لوگوں میں انکا نسب کیسا ہے؟	(۱) ہم لوگوں میں وہ اچھے نسب والوں میں بہتر ہیں۔
(۲) کیا تم میں سے کسی نے اس سے پہلے نبوت کا دعویٰ کیا؟	(۲) نہیں
(۳) کیا ان کے آباء واجداد میں کوئی بادشاہ تھا؟	(۳) نہیں
(۴) ان کے ماننے والے زیادہ تر کمزور ہیں یا طاقتور؟	(۴) کمزور
(۵) وہ لوگ (ایمان لانے والے) بڑھ رہے ہیں یا گھٹ رہے ہیں؟	(۵) بڑھ رہے ہیں
(۶) کیا اس دین سے ناراض ہو کر کوئی پھر بھی جاتا ہے؟	(۶) نہیں
(۷) کیا اس دعویٰ سے پہلے اس کو کبھی تم لوگوں نے جھوٹ بولتے پایا؟	(۷) نہیں
(۸ کیا کسی کو دھوکا دیا؟	(۸) پہلے تو نہیں دیا تھا لیکن ابھی میں یہاں ہوں بتا نہیں سکتا ہوں کہ اس نے کیا کیا۔
(۹) کیا تم لوگوں نے اس سے جنگ کی؟	(۹) ہاں
(۱۰) ان سے تمہاری جنگ کیسی ہے؟	(۱۰) بالٹی کی طرح کبھی ہمارے ہاتھ میں اور کبھی انکے ہاتھ میں۔
(۱۱) تمہیں وہ کیا حکم دیتے ہیں؟	(۱۱) وہ کہتے ہیں ایک اللہ کی عبادت کرو اس کا شریک نہ ٹھراؤ، اپنے اگلوں کی بات چھوڑو، اور نماز، سچائی، پاک دامنی اور صلہ رحمی کا بھی حکم دیتے ہیں

ہرقل کے سامنے نہ تو صدیق اکبر تھے نہ فاروق اعظم نہ ذوالنورین نہ علی، بلکہ اس کے سامنے حضورﷺ کے اس دور کے بدترین مخالف تھے جوان لوگوں سے جنگ بدر اور جنگ احد کے نام پر دو عظیم خونی جنگیں ہو چکی تھیں اور ان جنگوں کو یہ لوگ فراموش کرنے کے حق میں بھی نہیں تھے، یہی وجہ ہے کہ ہزار کوشش کے باوجود عداوت کی کچھ چھینٹیں اس سوال وجواب میں صاف نظر آئیں۔ آٹھ نمبر کا سوال تھا۔ کیا اس نے دھوکا دیا ہے؟ اسکا جواب ۔ہاں ۔یا پھر نہ کافی تھا۔لیکن ''ہاں'' میں پیچھے والوں کی تکذیب کا خطرہ تھا۔لہٰذا جواب ''نہ'' کے علاوہ کچھ نہیں تھا لیکن اس جواب میں قدر طوالت ہے، یعنی دھوکا تو نہیں دیا تھا، لیکن ابھی ہم لوگ صلح حدیبیہ کے بعد سے ایک دوسرے کے رابطے میں نہیں اس مدت کے بارے میں معلوم نہیں اس جملہ میں دل کی کدورت صاف نظر آرہی ہے......والعیا ذ باللہ تعالیٰ

کہ سوال اس مدت کے بارے میں تھا ہی نہیں آخر اس کی ضرورت کیوں پیش آئی اس کے باوجود اس انٹرویو کے بعد ہرقل کا جو جواب تھا اس نے اس قافلہ کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا ہرقل کا یہ جواب بعد ایمان حضرت ابوسفیان نے یوں بیان کیا ....

سٔلتک عن نسبہٖ فذکرت انہ فیکم ذی نسب وکذالک الرسل تبعث فی نسب قومہ وسٔلتک ھل قال احدکم ھٰذا القول فذکرت ان لا قلت لو کان احد قال ھٰذا القول قبلہٗ لقلت رجل یاتسی بقول قیل قبلہ وسٔلتک ھل کان من ابائہ من ملک فذکرت ان لا فقلت لو کان من آبائہ ملک قلت رجل یطلب ملک ابیہ وسٔلتک ھل کنتم تتھمونہ بالکذب قبل ان یقول ما قال فذکرت ان لا : فقد اعرف انہ لم یکن لیذر الکذب علی الناس ویکذب علی اللّٰہ وسٔلتک اشراف الناس اتبعوہ ام ضعفائھم فذکرت ضعفائھم اتبعوہ وھم اتباع الرسل وسئلتک ا یزیدون ام ینقصون فذکرت انھم یزیدون وکذالک امر الایمان حتیٰ یتم وسٔلتک ایرتد احد سخطۃ لدینہ بعد ان یدخل فیہ فذکرت ان لا وکذالک الایمان حین تخالط بشاشتہ القلوب وسئلتک ھل یغدر فذکرت ان لا وکذالک الرسل لا تغدر وسٔلتک بما یأمرکم فذکرت انہ یأمرکم ان تعبدو االلّٰہ ولا تشرکوا بہ شیئاً وینھا کم عن الاوثان ویأ مرکم بالصلوٰۃ والصدق والعفاف فان کان ما تقول حقا فسیملک موضع قدمی ھاتین وقد کنت اعلم انہ خارج ولم اکن اظن انہ منکم فلو انی اعلم الیٰ اخلص الیہ لتجشمت لقائہ ولو کنت عندہ لغسلت عن قدمیہ ثم دعا بکتاب رسول اللہ ﷺ الذی بعث بہ مع دحیۃ الکلبی الی عظیم بصریٰ فدفعہ عظیم بصریٰ الی ھرقل فقرأفاذا فیہ .....

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم من محمد ابن عبد اللّٰہ الیٰ ھرقل عظیم الروم سلام علیٰ من اتبع الھدیٰ اما بعد !....

فانی ادعوک بدعایۃ الاسلام اسلمْ تسلم یؤتیک اللّٰہ اجرک مرتین فان تولیت فان علیک اثم الیریسیین و یا اھل الکتاب تعالوا الیٰ کلمۃ سواء بیننا وبینکم ان لا نعبد الاّ اللّٰہ ولا نشرک بہ شیئاً ولا یتخذ بعضنا بعضاً اربابا من دون اللّٰہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون. (بخاری شریف ج ۱/ص ۵/)

(ترجمہ)

میں نے تم سے اس کا نسب پوچھا تم نے بتایا وہ نسب میں اچھے ہیں، رسول ایسے ہی ہوتے ہیں قوم کے اعلیٰ نسب میں بھیجے جاتے ہیں۔ اور میں نے پوچھا کیا تم میں کسی نے یہ بات کہی جو انھوں نے کہی ہے؟ تو تم نے بتایا: نہیں۔ میں نے مانا کہ اگر یہ بات اس سے پہلے کسی نے کہی ہے تو یہ آدمی بھی اسی کی پیروی کر رہا ہے جو اس سے پہلے کہی گئی تھی۔ میں نے تم سے پوچھا کیا اسکے باپ داداؤں میں کوئی بادشاہ تھا؟ تو تم نے جواب دیا کہ نہیں، میں نے مانا کہ یہ آدمی اپنے باپ کے ملک کا طلبگار ہے۔ میں نے پوچھا یہ بات جو اس نے کہی ہے اس سے پہلے کیا آپ لوگوں نے کذب کی وجہ سے اسے متہم بتایا؟ تو تم نے کہا نہیں۔ میں سمجھ گیا جو لوگوں پر کذب نہ بولے تو اللہ تعالیٰ پر کیسے بولے گا۔ میں نے پوچھا طاقتور لوگ اس کے پیروکار ہیں یا کمزور تو تم نے کہا۔ کمزور۔ رسولوں کے پیروکار ایسے ہی ہوتے ہیں۔ میں نے پوچھا وہ زیادہ ہو رہے ہیں یا کم؟ تم نے کہا وہ لوگ بڑھ رہے ہیں۔ ایمان کا معاملہ ایسا ہی ہوتا ہے یہاں تک کہ ایمان مکمل جائے۔

اور میں نے پوچھا کہ اس دین میں داخل ہونے کے بعد کیا، کوئی اس سے بیزار ہو کر مرتد ہو جاتا ہے تم نے کہا کہ نہیں۔ ایمان یہی ہے جب اس کی رعنائی دلوں میں

سمجا جائے۔ میں نے کہا کیا وہ دھوکا دیتا ہے؟ تم نے کہا نہیں۔ رسول تو ایسے ہی ہوتے ہیں دھوکا نہیں دیتے۔ میں نے کہا وہ تمہیں کس کا حکم دیتے ہیں۔ تم نے کہا وہ حکم دیتے ہیں کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور بتوں کی پوجا سے روکتے ہیں۔ تمہیں نماز کا حکم دیتے ہیں۔ سچائی کا حکم دیتے ہیں، پاک دامنی کا حکم دیتے ہیں۔ یہ تمہاری باتیں اگر صحیح ہیں تو بہت جلد وہ میرے کھڑے ہونے کی اس جگہ کے بھی مالک بن جائینگے۔

میں تو جانتا تھا کہ وہ آنے والے ہیں، لیکن یہ نہیں جانتا تھا کہ تم میں آئینگے۔ اگر مجھے معلوم ہو کہ میں ان کے پاس پہونچ سکتا ہوں تو ان سے ملاقات کے لئے ساری تکلیفیں برداشت کرتا اور اگر میں ان کے پاس ہوتا تو ان کے قدم نبوت کو غسل دیتا۔ پھر حضور ﷺ کے نامہ مبارک کو منگوایا جو حضرت دحیہ کلبی کے ساتھ حضور ﷺ نے عظیم بصریٰ کیلئے ارسال فرمایا تھا، عظیم بصریٰ نے ہرقل کو والا نامہ پیش کیا اس نے پڑھا اس میں تھا۔

ترجمہ نامۂ مبارک

اللہ کے نام سے شروع جو بہت رحم والا مہربان ہے

محمد (ﷺ) کی طرف سے جو اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں روم کے بادشاہ ہرقل کے نام............ سلام اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی۔

میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں، اسلام لاؤ، سلامت سے رہوگے، اللہ تمہیں دوہرا اجر عطا فرمائے گا، اگر تم نہ مانے تو تمہارے علاوہ اور باقی نہ ماننے والوں کا گناہ بھی تم پر ہوگا۔ اے کتابی آؤ اس بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے کہ ہم اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت نہیں کرتے ہیں اور نہ کسی چیز کو اسکا شریک ٹھہراتے ہیں، اور نہ بعض بعض کو رب سمجھتے ہیں اللہ کے علاوہ اگر تم نہ مانے تو گواہ رہنا کہ ہم مسلمان ہیں۔

ایک بار صحابہ کرام کی ایک مقدس جماعت کو ساتھ لے کر اللہ کے پیارے رسول ﷺ خانہ کعبہ کی زیارت کی غرض سے عازم سفر ہوئے۔ ادھر مدینے سے روانگی ہوئی ادھر مکہ والوں کو بھی اسکی اطلاع مل چکی تھی۔ مسلمان بے خوف مکہ کی طرف آگے بڑھ رہے تھے ادھر کافروں میں بے چینی بڑھ رہی تھی، متعدد جنگوں سے انھیں مسلمانوں کے عزائم واستقلال کا کسی حد تک اندازہ ہو چکا تھا۔ خالد ابن ولید مکہ میں ایک ایسا نام تھا جس پر سارے قبیلوں کو بڑا ناز تھا، فوراً چنندہ افراد پر مشتمل لشکر کا ایک دستہ تشکیل دیا اور خالد ابن ولید کی قیادت میں مسلمانوں کا راستہ روکنے کے لئے بھیج دیا، کافروں کو یقین تھا کہ مدینہ والے مان گئے تو اسی میں انکی بہتری ہے ورنہ انکی تباہی ہے۔ **والعیاذ باللہ تعالیٰ**........

ادھر تاجدار دو عالم ﷺ کی رہنمائی میں ایسا باوقار قافلہ خانہ کعبہ کی طرف بڑھ رہا تھا جس پر انوار و تجلیات کی بارشیں ہو رہی تھیں ہر ایک قدم کعبہ معظمہ کے قریب سے قریب تر ہو رہا تھا عرصہ دراز کے بعد اس کا دیدار ہونے والا تھا سب پر ایک وجدانی کیفیت طاری تھی، اچانک ایک دن اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا...... یہ راستہ چھوڑ کر دائیں طرف کا راستہ اختیار کرو، ہمارے سامنے مقام غمیم میں خالد ابن ولید کچھ قریش گھوڑ سوار کے ساتھ موجود ہے ارادہ ہمیں نقصان پہونچانے کا ہے۔ جس میں وہ کامیاب نہیں ہو سکتا ہے اس لئے کہ اسکی خفیہ سازشیں میرے سامنے بے نقاب ہیں۔ مدنی قافلہ ایک دوسرے راستے سے کچھ اس انداز سے چلے کہ خالد ابن ولید کو ذرہ برابر بھی احساس نہ ہوا۔ قریب تھا کہ گھات میں بیٹھے دشمن خود نرغے میں آجاتے اونٹوں کے گرد وغبار نے ان کو حواس باختہ کر دیا یہ غبار بائیں طرف نظر آرہا ہے یہ تو مدینہ کا راستہ نہیں ہے۔ احساس ہو گیا کہ ہمارے دشمن ہماری چالوں سے باخبر ہیں۔

خالد ابن ولید نے قریش سور ماؤں کو حکم دیا گھوڑوں کا رخ مکہ کی طرف کر دو۔ لگام ڈھیلی کر دو، اور اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔ ان کے گھوڑے تازہ دم تھے، چند منٹ میں ہی مدنی قافلہ کی آنکھوں سے اوجھل ہو گئے کہ یہ قافلہ اونٹوں پر سوار تھا جو گھوڑوں کا تعاقب نہیں کر سکتا تھا۔ ادھر خالد ابن ولید اپنی خفت کو چھپانے کے لئے مکہ میں قریش کے سامنے

تاجدار انبیا ﷺ کی جنگی مہارت کو بیان کرتے نظر آئے جس سے انکے چہرے سے مایوسی صاف جھلک رہی تھی۔ مدنی قافلہ یہاں سے بھی آگے چلتا رہا۔ اب کچھ ہی دور پر کعبہ جلوہ گر تھا بلکہ اپنے آقا کے استقبال میں بے چین تھا۔ حضور ﷺ ایک چھوٹی پہاڑی پر سے نزول فرما رہے تھے، وہیں سواری بیٹھ گئی یہ حالت دیکھ کر صحابہ کرام کہنے لگے قصواء نے یہیں قیام کرلیا۔ قصواء آقاء دو جہاں ﷺ کی اس مبارک اونٹنی کا نام تھا جس پر آپ ﷺ جلوہ فرما ہوئے تھے۔

صحابہ کرام کے استفسار پر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اے لوگو! قصوا کی یہ عادت نہیں کہ تھک جائے یا ہمیں آگے بڑھنے سے روکے بلکہ اسے تو اسی ذات نے روکا ہے جس نے ابرہہ کے ہاتھی کو روکا تھا.................. انداز بیان سے صحابہ کرام سمجھ گئے کہ سامنے حرم مقدس ہے جس میں خونریزی جائز نہیں، اور خالد اپنے ساتھیوں کیساتھ فرار ہو چکا ہے یقیناً وہ تیاری کیساتھ پھر حملہ آور ہونے والا ہوگا، تو مطاف میں خونریزی ہوگی اس لئے اللہ تعالیٰ نے اسے حرم سے باہر ہی روک دیا اور قصواء کا بیٹھ جانا صلح حدیبیہ کا سبب بنا جسے قرآن نے فتح مبین کہا۔

حضور ﷺ نے راستہ بدل دیا اور مقام حدیبیہ کے کنارے ایک چشمہ کے پاس قیام فرمایا تاکہ کافروں کا ارادہ سامنے ظاہر ہو کہ وہ کیا چاہتے ہیں۔ جنگ یا امن.......

خالد ابن ولید جیسا سپہ سالار کا میدان سے فرار کوئی معمولی بات نہیں تھی، قریش میں بھی کافی بے چینی تھی، پوری تیاری کیساتھ یہ لوگ بھی مکہ سے روانہ ہو چکے تھے لیکن اسلامی شیروں کا سامنا کرنے سے کترا رہے تھے۔ حدیبیہ کے قریب ایسی جگہوں پر ان لوگوں نے قبضہ کرلیا تھا جہاں پانی کی کوئی قلت نہیں تھی، مقابل فوج کیخلاف یہ ایک کامیاب ترین ہتھیار تھا۔ ادھر حضور ﷺ جہاں قیام فرما تھے پانی کا ایک چھوٹا کنواں تھا، تھوڑا پانی جمع تھا جلد خرچ ہو گیا۔ آپ ﷺ نے ترکش سے ایک تیر نکال کر اس کنواں میں ڈال دیا، وہاں نم مٹی سے پانی کے فوارے ابلنے لگے، کچھ ہی دیر میں اسکا ایک بڑا سا ذخیرہ دیکھ کر صحابہ کرام خوشی میں جھوم اٹھے۔

جبکہ کفار مکہ پر ایک خوف طاری تھا کہ ان کا خالد ابن ولید جیسا مجاہد فرار کی ندامت اٹھا چکا تھا۔ اسی ندامت کے بوجھ میں اس کے اعصاب جواب دے چکے تھے۔ خوف وہراس سے چہرہ زرد ہو رہا تھا۔ اچانک بدیل ابن ورقا کچھ آدمیوں کیساتھ اسلامی لشکر میں آیا، خزاعی قبیلہ سے اس کا تعلق تھا، تہامہ کا رہنے والا تھا جو نجد کے قریب کا ایک علاقہ ہے۔ حضور ﷺ سے کہنے لگا ! کعب ابن لوئی اور عامر ابن لوئی کی قیادت میں کافی لشکر حدیبیہ کے دوسرے کنارے میں پہونچ چکا ہے، یہ علاقہ اسکا اپنا ہے، وہاں پانی کی کافی مقدار ہے اور ساتھ ہی وہ دودھ دینے والی اونٹنیوں کو بھی بچوں کے ساتھ لائے ہیں، نہ پانی کے ختم ہونے کا خطرہ ہے اور نہ بھوک کا اندیشہ۔ ایسے وقت میں یہ جنگ طویل ہو سکتی ہے کہ وہ لوگ بیت اللہ سے آپ کا راستہ روکنے اور جنگ کے ارادے سے آئے ہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا ہم کسی سے جنگ کرنے نہیں آئے ہیں بلکہ عمرہ کے ارادے سے آئے ہیں، اگر قریش مصالحت چاہتے ہیں تو ٹھیک ورنہ اسی معاملہ میں اس وقت تک جنگ کرونگا، جب تک یہ لوگ حائل رہے یا میری گردن پر سر موجود رہے۔

بہر حال مکہ والوں کی یہ تیاری کم نہیں تھی اس میں یہاں سے نجد تک کے زور آزما موجود تھے، لیکن میدان بدر کو آج بھی بھول نہیں سکے تھے۔ اسلئے اس کی جادو بیانی کا مسلمانوں پر کوئی اثر نہ ہوا بالآخر واپس گیا۔ دوبارہ عروہ ابن مسعود کو بھیجا جو مکہ والوں میں کافی ذی شعور اور ہوشمند تھا۔

حضور ﷺ سے کافی باتیں کیں بلکہ مکہ والوں سے ڈرانے کی کوشش بہت کی ایک بار بات کرتے ہوئے اس کا ہاتھ حضور ﷺ کی ریش مبارک کو چھو گیا حضرت مغیرہ ابن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی تلوار کے دستہ سے اس کے ہاتھ کا حلیہ بگاڑ دیا۔ نہیں بلکہ اسکی بگڑی ہوئی عادت کو سدھار دیا تھا۔ پھر دوبارہ اسکے ہاتھ کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ درمیان گفتگو حرکت کرتا۔

حضور ﷺ کا اتنا بڑا دشمن عروہ ابن مسعود جب وہاں سے لوٹ کر قریش میں آیا اور اس

نے جو بیان دیا وہ قریش کو ہی نہیں بلکہ بعد والوں کو بھی درس عبرت دے رہا ہے جس کی منظر کشی اس عبارت سے ہو رہی ہے........

فرجع عروة الیٰ اصحابہ فقال ای قوم واللہ لقد وفدت علی الملوک ووفدت علیٰ قیصر و کسریٰ والنجاشی واللہ ان رأیت ملکا قط یعظمہ اصحابہ مایعظم اصحاب محمد محمداً واللہ ان تنخّم نخامة الاوقعت فی کف رجل منھم فدلک بھا وجھہ وجلدہ واذا امرھم ابتدروا امرہ واذا توضأ کادوا یقتتلون علیٰ وضوئہ واذا تکلم خفضوا اصواتھم عندہ وما یحدون الیہ النظر تعظیماً لہٗ (بخاری شریف ج ۱/ص ۳۷۹)

(ترجمہ)

لوٹ کر عروہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا، اے میری قوم قسم اللہ کی میں بہت سارے بادشاہوں کے دربار میں پہونچا، قیصر روم کے پاس پہونچا، کسریٰ ایران کے پاس گیا، حبشہ کے نجاشی سے بھی میں نے ملاقات کی قسم اللہ کی میں نے ایسا بادشاہ کہیں نہیں دیکھا جس کے درباری اس کی ایسی تعظیم کر رہے ہوں جیسا کہ محمد (ﷺ) کے صحابی محمد (ﷺ) کی تعظیم کر رہے ہیں۔

قسم اللہ کی اگر وہ کھنکھارتے بھی ہیں تو ان کا بلغم ان میں سے کسی ایک کی ہتھیلی میں گرتا ہے اور وہ اس کو اپنے چہرے اور بدن میں مل لیتا ہے اگر وہ ان لوگوں کو کوئی حکم دیتے ہیں تو بہت تیزی سے یہ لوگ اسے بجالاتے ہیں۔

جب وہ وضو کرتے ہیں تو وضو کے پانی میں یہ لوگ ٹوٹ پڑتے ہیں، جب وہ بات کرتے ہیں تو یہ لوگ اپنی آواز کو ان کے سامنے پست رکھتے ہیں۔ ان کی تعظیم کیلئے یہ لوگ اپنی نگاہوں کو بھی انکی طرف نہیں جماتے ہیں۔

ہدایت

عروہ ابن مسعود کفار مکہ میں ذی شعور اور ہوش مند تھا سیاسی رہنمائی میں بھی مکہ میں اسکا مقام بہت اونچا تھا اسلئے متعدد بادشاہوں سے بھی ملنے کا اتفاق ہوا تھا اس کا بیان اگر چہ ایک مخالف کا بیان ہے لیکن حقیقت کا آئینہ دار ہے۔ اس زمانے میں یہی تینوں بادشاہ اصل میں خودمختار تھے باقی چھوٹے چھوٹے حکمراں انھیں کے زیر اثر تھے یہ تینوں بھی اسی ترتیب سے طاقتور تھے جس ترتیب سے ان کا تذکرہ ہے۔

ہرقل اعظم قوی ترین تھا دوسرے نمبر پر خسرو پرویز کا نام تھا، جبکہ نجاشی کا نمبر تیسرا تھا، عروہ ابن مسعود کی رسائی تینوں درباروں تک تھی، لیکن حدیبیہ کے کنارے ریگستانوں پر آج جو سلطنت اس نے دیکھی ہے اس میں دمشق یا ایلیاء کا کروفر نہیں تھا، رے کی قالینیں نہیں تھیں، افریقہ کا شاہی انداز نہیں تھا، بلکہ ایک سادگی تھی لیکن اس سادگی کی عظمتوں کو بیان کرتے ہوئے عروہ ابن مسعود نے تین بار اللہ کی قسم کھائی۔

اور یہ بتایا کہ ان بادشاہوں کی ساری رعنائیاں اس ریگستانی سلطنت کی سادگی پر قربان ہیں ان بادشاہوں کے دربار میں خوف و دہشت کی حکمرانی تھی جبکہ اس بارگاہ عظیم میں جانثاری وفاداری عقیدت ومحبت کا خوب بول بالا ہے۔

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

ابوالخوارج

مدینہ طیبہ عدل وانصاف کا گہوارہ بن چکا تھا، حجاز مقدس کا یہ مرکز تھا، مکہ مکرمہ بھی اسلام کے زیر تصرف تھا زندہ درگور کرنے والے والدین اپنی نومولود لڑکی کو منحوس نہیں بلکہ رحمت خداوندی تصور کررہے تھے پہلے کمزور مظلوم کو رونے کی بھی اجازت نہیں تھی لیکن اب اس میں اتنی تیزی آگئی تھی کہ ظالم اس کے تصور سے ہی لرزہ براندام رہتے تھے، یتیم بچوں کی پرورش کا محکمہ الگ قائم ہو چکا تھا، پورے حجاز مقدس میں عدل وانصاف کا سکہ رائج تھا بلکہ اسلام کی سرحدیں یہاں سے آگے یمن تک پھیل چکی تھیں اسلامی قوانین پوری طرح اس میں رائج تھے، مولیٰ علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم سرکاری احکام پر یمن پہونچ چکے تھے، خراج مل رہا تھا، مصارف میں خرچ ہورہے تھے۔

کچھ سونے ایک چمڑہ میں رکھ کر جو پوری طرح صاف بھی نہیں تھے ،دارالحکومت مدینہ طیبہ کے لئے بھیج چکے تھے۔

یہاں مال اپنے اپنے مصارف پر پہونچ رہا تھا، اسلامی قوانین میں جس طرح غرباء فقراء کو مصارف میں شمار کیا جاتا ہے، اسی طرح کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جس کا اسلام نیا ہو زمانہ قریب میں ہی کفر کی تاریکی سے باہر آیا ہو اسلام میں وہ پختگی نہیں آئی ہے۔ جس طرح دیگر قریبی صحابہ کرام میں موجود ہے ایسے وقتوں میں بارگاہ رسالت سے نوازشات پر دیکھنے والوں کو فیصلہ کرنا بڑا دشوار ہوتا ہے۔ حضور ﷺ نے خود ارشاد فرمایا، میں کسی ایک آدمی کو کچھ عطا کرتا ہوں جبکہ اس کے علاوہ دوسرا مجھے محبوب تر ہے۔

ایک بار آپ نے مکہ والوں کو کچھ عطا فرمایا مدینہ کے کچھ لوگ آپس میں کہنے لگے آپ نے مکہ والوں کو عطا فرمایا، مدینہ والے محروم رہے جبکہ ہماری تلواروں سے ان کا خون ٹپک رہا ہے۔

مدینہ کی مہمان نوازی مشہور ہے مہاجرین کے لئے توانھوں نے اپنی جائداد کو بھی تقسیم کرلیا تھا یہاںتک کہ جائز طریقہ پر اپنی پاک دامن بیوی کی بھی پیش کش کرڈالی تھی جب ایثار کا یہ انداز ہو تو پھر مال وزر کے لئے بارگاہ رسالت کے بارے میں یہ احساس کیوں ہوا؟ اس کی وجہ صرف یہ ہوسکتی ہے کہ ان حضرات کے دلوں کے نہاخانوں میں یہ اندیشہ تھا کہ آقائے دوجہاں ﷺ نے مکہ والوں کو نواز کر کہیں اس کا اظہار تو نہیں فرمایا کہ مدینہ والے نظر التفات سے کنارہ کش ہورہے ہیں۔ یہی اندیشہ انصار کو بے چین کررہا تھا کہ یہی نظر التفات ان کے لئے دنیا وآخرت کا سرمایہ تھی اس کے زوال کے تصور سے ہی وہ لوگ لرز جاتے تھے۔ اسی سے مغلوب ہو کر ان حضرات نے بارگاہ رسالت کے بارے میں یہ تصور کیا ورنہ ان حضرات کی فراخ دلی کا اندازہ اس مبارک حدیث پاک سے بھی کرسکتے ہیں۔

لما قدموا المدینة اخی رسول اللہ ﷺ بین عبدالرحمٰن وسعد ابن ربیع فقال لعبدالرحمٰن انی اکثر الانصار مالا فاقسم مالی نصفین ولی امراتان فانظر اعجبهما الیک فسمها لی اطلقها فاذا انقضت عدتها فتزوجها قال بارک اللہ لک فی اهلک ومالک

(بخاری شریف ج ۱/ص ۵۳۳)

(ترجمہ)

مہاجرین جب مدینہ تشریف لائے حضور ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن وحضرت سعد ابن ربیع کے درمیان رشتۂ اخوت بنادیا۔

حضرت سعد نے حضرت عبدالرحمٰن سے کہا (اے میرے مہاجر بھائی) میں انصار میں بہت بڑا دولت مند ہوں میرے مال کو دو حصوں میں تقسیم کرلیں، اور میری دو بیویاں ہیں ان دونوں میں جو آپ کو پسند آئے مجھے بتادو، میں اسے طلاق دیدونگا بعد عدت تم اس سے نکاح کرلینا۔

حضرت عبدالرحمٰن نے جواباً فرمایا۔ اللہ آپ کے اہل ومال میں برکت عطا فرمائے۔

هدایت

پھر ایسے فراخ دل مدینہ والوں سے یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ ان کے دلوں میں مال کی خواہش تھی حالانکہ یہ حضرات تو نگاہ نبوت کی ایک جنبش پر مال ہی نہیں بلکہ جان بھی قربان کرنے کیلئے ہمہ وقت تیار رہتے تھے، جان جان وجان ایمان ان کے دلوں کی حرکت سے اچھی طرح واقف تھے، ان کے اندیشے پوری طرح منکشف تھے۔ اس لئے آپ نے انصار کو بلا کر ارشاد فرمایا تھا۔ اے مدینہ والو ! خزانۂ قدرت کا تمہیں بے نظیر ہیرا چاہئے یا دنیا کی حقیر سی دولت۔

اس حدیث سے کچھ یہی مفہوم نمایا ہے جسے امام بخاری نے یوں نقل کیا ہے......... **فجمعهم فی قبة فقال یا معشر الانصار ماحدیث بلغنی فسکتوا فقال یا معشر الانصار الا ترضون ان یذهب الناس بالدنیا وتذهبون برسول الله تحوزونه الیٰ بیوتکم فقالوا بلیٰ**

(بخاری شریف ج ۲/ص۶۲۱)

(ترجمہ)

تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انصار کو ایک قبہ میں جمع کیا ارشاد فرمایا۔ اے انصارو! یہ کون سی بات ہے جو مجھ تک پہونچی، سب خموش رہے پھر فرمانے لگے، اے انصار! کیا تم راضی نہیں کہ لوگ دنیا لے جائیں اور تم اللہ کے رسول کو اپنے گھر لے جاؤ اور انھیں کو جمع کرو............ انصار نے جواب دیا کیوں نہیں۔

(هدایت)

اب تک جو انصار کے چہرے مرجھائے ہوئے تھے یہ سنتے ہی کھل گئے کہ خزانۂ قدرت کی سب سے بڑی دولت تو ہمارے پاس ہے تو ہم سے بڑا رئیس اس روئے زمین میں کوئی نہ ہوگا جیسا کہ یہ دولت بے مثال اور لاجواب ہے اسی طرح مدینہ والوں کی مالداری بھی بے مثل اور لاجواب ہے، اس سے صاف ظاہر ہے کہ بارگاہ رسالت سے اگر کسی کو دنیوی دولت کی بھیک مل جائے تو اس میں ان کی برتری نہیں بلکہ یا تو وہی اس کا حقدار ہوگا یا پھر دلجوئی وتالیف قلب مقصود ہوتی ہے۔

ایسا ہی ایک واقعہ اس وقت پیش آیا جب مولیٰ علی شیر خدا نے یمن سے چمڑے کی ایک تھیلی میں کچھ سونا بارگاہ رسالت میں بھیجا اور حضور ﷺ نے اس کی تقسیم فرمائی، جن کے ضمیر روشن تھے وہ فیصلہ کی صداقت پر جھوم رہے تھے لیکن جس طرح فرشتوں کے درمیان ابلیس ملعون رہا کرتا تھا اور ایک نبی کی تعظیم نہ بجالانے پر اس کا سیاہ چہرہ معصوم فرشتوں کے درمیان عیاں ہوگیا تھا اسی کی منظر کشی کچھ یہاں بھی نظر آئی۔ صحابۂ کرام اس مکروہ چہرہ کو پہچان گئے کہ بارگاہ رسالت میں صحابہ کرام کی مقدس جماعت کے درمیان ایک ایسا گستاخ بھی موجود تھا جیسا کہ حدیث میں ہے.........

بعث علی بن ابی طالب الیٰ رسول الله ﷺ من الیمن بذهیبة فی ادیم مقروظ لم تحصل من ترابها قال فقسمها بین اربعة نفر بین عیینة ابن بدر واقرع بن حابس وزید الخیل والرابع اما علقمة واما عامر بن طفیل فقال رجل من اصحابه کنا نحن احق بهٰذا من هٰؤلآء قال فبلغ ذالک النبی ﷺ فقال الا تامنوننی وانا امین من فی السماء ویاتینی خبر السماء صباحاً ومساءً قال فقام رجل غائر العینین مشرف الوجهین ناشز الجبهة کث اللحیة محلوق الراس مشمر الازار فقال یا رسول الله اتق الله قال ویلک او لست احق اهل الارض ان یتقی الله قال ثم ولی الرجل قال خالد بن الولیدیا رسول الله الا اضرب عنقه قال لا لعله ان یکون یصلی فقال خالد وکم من مصل یقول بلسانه ما لیس فی قلبه قال رسول الله ﷺ انی لم اومران انقب عن قلوب الناس ولا اشق بطونهم ثم نظر الیه وهو مقفی فقال انه یخرج من ضئضئ هٰذا قوم یتلون کتاب الله رطباً لا یجاوز حناجرهم یمرقون من الدین کما یمرق السهم من الرمیة واظنه قال لان ادرکتهم لا قتلنهم قتل ثمود .

(بخاری شریف ج۲/ص۶۲۴/۶۷۳ مسلم شریف ج۱/ص۳۴۱)

(ترجمہ)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یمن سے بارگاہ رسالت میں تھوڑا سا سونا بھیجا مدبوغ چمڑے میں جس میں ابھی تک مٹی لگی تھی۔

حضرت ابوسعید خدری فرماتے ہیں کہ حضورﷺ نے اسے چار اشخاص کے درمیان تقسیم کردیا یہ عیینہ ابن بدر اقرع ابن حابس زید ابن الخیل اور چوتھا علقمہ تھا یا عامر ابن طفیل صحابہ کرام میں ایک آدمی نے کہا ہم ان چاروں کے مقابلے میں اس مال کے زیادہ حقدار ہیں یہ بات نبی کریمﷺ تک پہونچی، آپ نے ارشاد فرمایا کیا تم لوگ مجھے امین نہیں سمجھتے ہو؟ حالانکہ میں آسمان والے کا بھی امین ہوں جو صبح شام مجھے خبریں دیتا ہے۔

حضرت ابوسعید فرماتے ہیں کہ ایک آدمی کھڑا ہوا آنکھیں گہری تھیں، رخسار ابھرے ہوئے تھے، پیشانی ابھری ہوئی، داڑھی گھنی تھی، سر منڈھا تھا، لنگی اونچی تھی، کہنے لگا یا رسول اللہ! اللہ سے ڈرو۔ حضور نے سنکر فرمایا تیری تباہی ہو۔ کیا زمین پر اللہ سے زیادہ ڈرنے کا حقدار میں نہیں ہوں۔

راوی کا بیان ہے کہ...... وہ آدمی پیٹھ پھیر کر چلا گیا۔ حضرت خالد ابن ولید نے عرض کی۔ یارسول اللہ کیا میں اسکی گردن نہ ماردوں؟ آپ نے فرمایا! نہیں۔ ہوسکتا ہے کہ وہ نماز پڑھتا ہو۔ پھر حضرت خالد بولے بہت ایسے نمازی ہیں جو زبان سے جو کہتے ہیں وہ ان کے دل میں نہیں ہوتا۔ حضورﷺ نے ارشاد فرمایا۔ مجھے لوگوں کے دل میں نقب لگانے کا حکم نہیں ہے نہ اس کے پیٹ پھاڑنے کا۔

پھر حضور نے اس آدمی کو دیکھا وہ ادھر پیٹھ کئے جا رہا تھا۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا اس کی نسل سے ایک قوم پیدا ہوگی، کتاب اللہ کی تلاوت میں رطب اللسان رہے گی، قرآن اس کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ یہ لوگ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے۔

راوی کا ظن ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا تھا مجھے اگر وہ لوگ مل گئے تو میں انھیں قوم ثمود کی طرح قتل کردونگا۔

ھدایت

مضمون سابق سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی ﷺ کی دیانت وحسن اخلاق کے قائل صرف اپنے نہیں بلکہ غیر بھی آپ کے فضل وکمال کے معترف تھے بلکہ جو خون کا دشمن تھا وہ بھی امین وصادق ماننے پر مجبور تھا۔ عام صحابہ کرام کا حال تو یہ تھا کہ ایک اشارہ پر جان تک نچھاور کرنے میں سبقت کررہے تھے خاص کر مدینہ والوں کا جذبۂ جانثاری قابل دید تھا اصحاب صفہ ہر ایک ادا کو دیکھتے ہی نہیں بلکہ دلوں میں نقش کررہے تھے۔ جہاں بھی آپ تشریف فرما ہوتے حاکم مطلق کی نیابت مطلقہ کی خوب ضیاباریاں ہوتیں۔ جانثار صحابی ہمہ تن گوش بن جاتے، ایک ایک ادا اور ایک ایک کلمہ کے معنوی عرش تک ہر ایک کا ذہن پرواز کی کوشش کرتا، لیکن زیادہ تر کی پروازیں گرد راہ ثابت ہوتیں۔

یہ محفل بھی کس قدر بارونق رہی ہوگی صحابہ کرام کا ہالہ بنا ہوا تھا۔ درمیان میں نبوت ورسالت کا بدر منیر ضوء فگن تھا۔ چار حضرات کو شاہی دربار سے بھیک مل رہی تھی، عقل کا مارا ایک گستاخ اٹھا اس نے وہ جملہ ادا کیا جسے سنکر صحابہ کرام سکتے میں آگئے۔ حضرت خالد ابن ولید سے برداشت نہ ہوا گردن زدنی کی اجازت چاہی گرچہ اجازت نہیں ملی لیکن اس دریدہ دہن گستاخ کے بارے میں آپ نے جو پیشین گوئی فرمائی وہ آج تک ہر ایک مؤمن کے دل کا طغرہ ہی نہیں بلکہ مشعل راہ اور محافظ ایمان بھی ہے۔

اس مبارک حدیث سے معلوم ہوا کہ بارگاہ رسالت کی گستاخی سے صرف گستاخ ہی تباہ وبرباد نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کی نسل بھی اس زد میں آجاتی ہے اور لعنت کا طوق اس طرح اس کے گلے میں پڑتا ہے کہ تلاوت قرآن بھی کام نہیں آئیگی۔ نماز کام نہیں آئیگی، نیک اعمال کا تصور اس سے ہو ہی نہیں سکتا ہے اس لئے کہ بارگاہ عرش نشاں کی گستاخی کی دہکتی ہوئی آگ سے اس کا ایمان خاکستر ہوچکا ہوتا ہے۔

آنے والی بھولی امت کی رہنمائی میں حضورﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر مجھے وہ لوگ مل جائیں تو میں انھیں قوم ثمود کی طرح قتل کروں گا۔

حضرت ابوسعید خدری کے روضہ پر اللہ تعالیٰ رحمتوں کی بارش عطا فرمائے اور ان کے صدقے میں ہمارے ایمان کی حفاظت فرمائے کہ انھوں نے صرف اس دریدہ دہن گستاخ کا قول نقل نہیں فرمایا بلکہ اس کا حلیہ بتا کر ہماری کافی رہنمائی فرمائی ہے۔

(۱) آنکھیں دھنسی ہوئیں

(۲) گال ابھرے ہوئے

(۳) ابھری ہوئی پیشانی

(۴) داڑھی گھنی

(۵) سر گھٹا ہوا

(۶) لنگی اونچی

محمد ابن عبدالوہاب نجدی کے بارے میں مشہور ہے کہ جب کوئی اس کے دین میں داخل ہوتا اس کے بال تراشے جاتے یہاں تک کہ عورتوں کو بھی اس پر عمل کرنا پڑتا۔ ایک بار ایک عورت نے کہہ دیا آخر عورتوں کے بال تراشنے کا حکم کیوں دیا جاتا ہے کہنے لگا وہ زمانۂ شرک وکفر کے بال ہیں۔ تو عورت نے کہا کہ مردوں کی داڑھی بھی تراشی جائے کہ وہ بھی زمانۂ کفر کی داڑھی ہے۔ اسی دن سے عورتوں کو اس حکم سے مستثنیٰ کر دیا۔

بہر حال حدیث میں مذکور بدزبان گستاخ کو نمازوں پر کسقدر غرور تھا کہ بارگاہ رسالت علی صاحبها الصلوٰۃ والسلام کے آداب بھی اس کی نظر میں ہیچ نظر آئے۔ اسکا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ خود تو لعنت میں گرفتار ہوا لیکن اس کی ناپاک نسل کو بھی اس سے آزادی نہیں ملی۔ کاش حضرت خالد ابن ولید کو اجازت مل جاتی تو اسی دن وہ واصل جہنم ہو جاتا۔ لیکن اجازت نہ ملنے کی وجہ یہی ہوسکتی ہے کہ لوگ اس کو دلیل بنا کر اپنے گستاخوں کو نافرمانوں کو قتل کرنا شروع نہ کر دیں، پھر بھی قتل کا منشاء ظاہر فرما کر ایسے مرتد کا حکم بھی بیان کر دیا۔

خلافت راشدہ کے زمانہ میں اس فرقہ کا خروج ہو چکا تھا جبکہ اس کے جد اعلیٰ بارگاہ رسالت سے مردود ہو چکا تھا۔

جنگ صفین میں یہ لوگ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیساتھ رہے لیکن جنگ میں صلح ہوتے ہی حضرت علی کے مخالف بن گئے، یہانتک کہ حضرت علی پر کفر وارتداد کا حکم لگانے لگے بالآخر مولیٰ علی کو بھی ان سے جنگ کا سامنا ہوا، پھر ذوالفقار حیدری سے یہ لوگ ایسے قتل ہوئے جس طرح قوم ثمود کا قتل ہوا تھا، ان لوگوں میں صرف دس آدمی فرار ہونے میں کامیاب ہوئے تھے۔

اس دور میں اسی فرقہ کو خارجی کہا جاتا تھا، اس کے بارے میں صاف بیان ہے کہ بارگاہ رسالت سے وہ برگشتہ دریدہ دہن اس فرقہ کا عقیدۃً ونسلاً جد اعلیٰ ہے، یہ فرقہ اپنا لبادہ اور نام بدل بدل کر باقی رہے گا، اس کا آخری حصہ کانے دجال کے ساتھ ہوگا۔ اور حضرت عیسیٰ **علیٰ نبینا وعلیه الصلوٰة والسلام** کے ساتھ مقابلہ آرائی میں واصل جہنم ہوگا۔

اس فرقہ کو اپنی عبادات پر اس طرح تکبر ہے کہ اصل عبادات جان ایمان عظمت مصطفیٰ کی رفعت شان کا اس کی نظر میں کوئی لحاظ نہیں رہا (والعیاذ باللہ تعالیٰ)

پھر ان سجدوں کے دھوکے میں ایک مسلمان کیسے آسکتا ہے کہ وہ سجدہ عبادت ہے جس میں اطاعت نبی کی خوشبو ہو اگر کسی سجدہ سے نبی سے نفرت کی بدبو آتی ہو تو وہ عبادت نہیں، بلکہ لعنت ہے۔ دیکھئے تمہارے نبی نے کیا فرمایا ہے.............

عن ابی سعید ن الخدری انه قال سمعت رسول الله ﷺ یقول یخرج فیکم قوم تحقرون صلوٰتکم مع صلوٰتهم وصیامکم مع صیامهم وعملکم مع عملهم ویقرؤن القرآن لا یجاوز حناجرهم یمرقون من الدین کما یمرق السهم من الرمیة

(بخاری شریف ج ۲/ص ۷۵۶۔ مسلم شریف ج ۱/ص ۳۴۱)

(ترجمہ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا۔ میں نے حضور ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں ایک قوم نکلے گی تم اپنی نمازوں کو انکی نمازوں کے مقابلہ میں حقیر سمجھو گے اور تم اپنے روزوں کو انکے روزوں کے سامنے اور اپنے عمل کو انکے عمل کے سامنے وہ لوگ قرآن پڑھیں گے لیکن حلق سے نیچے تجاوز نہیں کریگا وہ لوگ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے۔

ہدایت

پہلی حدیث میں گستاخ ابوالخوارج کی نماز کا تذکرہ آیا تھا لیکن اس حدیث میں ہمارے غیب داں نبی نے اور عبادتوں کا بھی تذکرہ فرمایا۔ کہ نماز، روزہ دیگر اعمال میں بھی تم ان کو اپنے سے بہتر سمجھو گے .... خبردار........خبردار.............. دھوکے میں نہ آنا، تمہارے پاک دین سے انکا کوئی تعلق نہ ہوگا۔

امت مسلمہ کے بعض حضرات عجیب کشمکش سے دوچار ہیں۔ کسی کا بھائی بگڑ گیا تو کسی کے بیٹے پر وہی رنگ جم چکے ہیں حدیث میں جن چھ رنگوں کا تذکرہ آیا ہے۔ لیکن نام خارجی نہیں کچھ اور ہے۔ کسی کا پڑوسی اسی جماعت میں داخل ہے تو کسی کا رشتہ دار۔ جن حضرات کے سامنے بھی یہی مراحل پیش آئے وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ ایک ایسی جماعت میں چلا گیا ہے جسے دور خلافت میں خارجی کہا جاتا تھا، گرچہ نام بدل چکا ہے، لیکن افعال وکردار وگفتار وہی ہے۔ پھر بھی اس سے قطع تعلق نہیں کرتے ہیں۔ اس امید پر کہ میرے تعلقات سے یا سمجھانے سے ہوسکتا ہے کہ ایمان میں واپس آجائے لیکن ہمارے نبی نے اس کا بھی فیصلہ فرمادیا کہ یہ تمہاری امید لاحاصل ہوگی۔ چنانچہ اسی بخاری شریف میں اسی راوی سے یہ حدیث مروی ہے..........

..........عن ابی سعید ن الخدری عن النبی ﷺ قال یخرج ناس من قبل المشرق یقرؤن القرآن لایجاوز تراقیسهم یمرقون من الدین کماتمرق السهم من الرمیة ثم لا یعودون فیه حتیٰ یعود السهم الیٰ فوقهٖ قیل ما سیما هم ؟ قال سیماهم التحلیق ۔ (بخاری شریف ج ۲/ص ۱۱۲۸)

(ترجمہ)

حضرت ابوسعید خدری اللہ کے نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں مشرق کی طرف کچھ لوگ نکلیں گے قرآن پڑھیں گے قرآن انکے حلق سے آگے تجاوز نہیں کرے گا۔ یہ لوگ دین سے ایسے نکلیں گے جیسے تیر شکار سے۔ پھر یہ لوگ دین میں لوٹ کر نہیں آئینگے تیر جب تک کمان کے چلے کی طرف نہ لوٹ آئے۔ عرض کیا گیا۔ ان کی پہچان کیا ہوگی؟ ارشاد ہوا انکی پہچان سر منڈھانا ہے۔

ہدایت

اس حدیث پاک میں کافی وضاحت موجود ہے۔ یہ لوگ مشرق کی طرف پیدا ہونگے ظاہر ہے کہ اشارہ نجد کی طرف ہے کہ یہ پیشین گوئی مدینہ میں ہورہی ہے اور مدینہ سے نجد کا علاقہ مشرق میں ہی ہے۔

پہلے یہ بیان ہوچکا ہے کہ حرمین طیبین حجاز مقدس میں ہیں جبکہ نجد کی ریاست مدینہ سے سیدھے مشرق کو تھی، اور اسکا دارالحکومت وہی شہر ہے جو آج ریاض کہلاتا ہے۔ یہ مکہ مکرمہ سے شمال ومشرق میں واقع ہے جبکہ مدینہ سے ٹھیک مشرق میں۔ اس لئے کہ مکہ مکرمہ کا محل وقوع ساڑھے اکیس درجہ عرض شمالی اور انتالیس درجہ چون دقیقہ طول مشرقی ہے۔

اور ریاض کا محل وقوع چوبیس درجہ ساڑھے اڑتیس دقیقہ عرض شمالی اور چھیالیس درجہ ساڑھے چھیالیس دقیقہ طول مشرقی ہے۔ تو مکہ سے سیدھا مشرق میں نہیں آیا۔ جبکہ مدینہ کا محل وقوع چوبیس درجہ تینتیس دقیقہ عرض شمالی اور انتالیس درجہ بیالیس دقیقہ طول مشرقی ہے۔ لہٰذا......مدینہ منورہ سے سیدھا پورب ریاض ہوگا۔ اور اللہ کے پیارے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ یہ لوگ پورب سے نکلیں گے۔

پہلی والی حدیث میں جو گستاخ اور دریدہ دہن بارگاہ رسالت میں "اتق اللّٰہ" کے الفاظ سے غضب الٰہی کی لعنت میں گرفتار ہوا تھا اس میں اس کا نام نہیں بتایا گیا اور نہ اسکے قبیلہ اور مقام کا کوئی تذکرہ آیا جس کی وجہ سے میں نے بھی اسی پر اکتفا کیا اور اسکے حسب و نسب کو بیان نہیں کیا۔ اسلئے کہ یہ فرقہ بات بات میں قرآن کریم اور صحاح ستہ کی احادیث سے دلیل طلب کرنے کا عادی ہے۔ احادیث میں میں نے اس سے بھی اختصار سے کام لیا کہ صحاح ستہ کی دو اہم ترین کتب حدیث بخاری شریف اور مسلم شریف سے ہی میں نے مواد اخذ کئے، اور وہ بھی جلد بازی میں ورنہ دیگر روایات اور نصوص اسلاف سے ظاہر ہے کہ وہ آدمی بھی نجد کا ہی رہنے والا تھا جس نے اتنی بڑی گستاخی کے بعد اپنا ٹھکانہ جہنم بنایا تھا۔

بہر حال یہ امید بھی ختم ہوئی کہ تعلقات کی وجہ سے ہوسکتا ہے کہ وہ بد عقیدہ پھر آئے۔ کہ اللہ کے رسول نے اعلان کر دیا کہ جس طرح شکار سے نکلا ہوا تیر لوٹ کے واپس نہیں آتا ہے بلکہ پار نکل جاتا ہے اسی طرح یہ لوگ بھی دین سے نکل کر اپنی منزل جہنم کی طرف بھاگ رہے ہیں۔

واصل جہنم ہونے سے پہلے ایمان کی بہاریں ان کی قسمت میں نہیں ہیں اور ہدف میں پہونچنے کے بعد رہائی ممکن نہیں ہے۔ دوسرے الفاظ میں یہ کہا جائے کہ توبہ ان کو نصیب نہیں ہوگی کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمادیا ہے کہ...... **ثم لا یعودون فیه** ...... یعنی یہ پلٹ کر پھر دین حق میں نہیں آئینگے۔ اگر کوئی نجدی بد عقیدہ کسی کی وجہ سے دوبارہ اسلام لائے تو وہ بد عقیدہ نہ تھا بلکہ بننے چلا تھا۔

آقائے کونین ﷺ نے کس پیارے انداز میں سمجھایا کہ چھوڑا ہوا تیر کمان کی طرف واپس نہیں آتا ہے، یہ اعادہ عادۃً ممکن نہیں۔ لہٰذا جو بھی، جس لبادہ میں بھی، جس زمانہ میں بھی، جس جگہ سے بھی ان خوارج کا ہم عقیدہ ہوگا غضب الٰہی سے اسکی رہائی ممکن نہیں۔

☆ تمہارے لئے تمہارے آقا نے تمہیں بچانے کیلئے کیسی کیسی نصیحتیں کیں اور علامتیں بتائیں۔

اسکے باوجود صحابہ کرام نے مزید فریاد کی۔ یارسول اللہ ! اللہ اور اسکے رسول کے ان دشمنوں کی اور کوئی پہچان عطا فرمائیں۔ جواباً آپ نے ارشاد فرمایا۔ یہ لوگ سر منڈھے ہونگے۔ اور مشہور وہابی فرقہ کا بانی محمد ابن عبد الوہاب اور اس کے پیروکار بالکل اسی طرح تھے۔

ابتداء اسلام میں ان لوگوں کو خوارج کہا جاتا تھا اس سلسلے میں ایک دوسری روایت بھی ہمارے سامنے ہے۔

حدثنا یسیر ابن عمرو قال قلت لسهیل ابن حنیف هل سمعت النبیّ ﷺ یقول فی الخوارج شیئاً قال سمعت یقول واهویٰ بیده قبل العراق یخرج منه قوم یقرؤن القرآن لا تجاوز تراقیهم یمرقون من الاسلام مروق السهم من الرمیة .

(بخاری شریف ج ۲/ص ۱۰۲۵)

(ترجمه)

ہمیں بتایا یسیر ابن عمرو نے۔ انھوں نے کہا کہ میں نے سہیل ابن حنیف سے پوچھا کیا آپ نے حضور ﷺ سے خوارج کے بارے میں کچھ فرماتے سنا، جواب دیا۔ ہاں میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سنا ہے۔ عراق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرما رہے تھے۔ یہاں سے ایک قوم نکلے گی لوگ قرآن بہت پڑھینگے لیکن قرآن ان کے حلق سے تجاوز نہیں کریگا۔ یہ لوگ تیر شکار سے نکلنے کی طرح اسلام سے نکل جائینگے۔

هدایت

اس حدیث مبارک کو دیکھ کر شاید کہ مخالفین رسالت کی باچھیں کھل گئی ہونگی کہ یہاں نجد کا نام نہیں بلکہ عراق کا نام ہے اور لازماً جبکہ یہ لوگ اللہ اور اس کے رسول کے دشمن ہیں تو اللہ والوں کے بھی دشمن ہونگے اس لئے یہ لوگ امام الاجتھاد، سراج امت امام اعظم اور امام طریقت شہنشاہ بغداد حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنھما کے بھی شدید مخالف ہیں اور ان دونوں پاک طینت کا تعلق عراق سے ہے۔

حالانکہ اس حدیث پاک میں عراق کا لفظ سہیل ابن حنیف کا ہے نہ کہ حضور ﷺ
کا اور یہ بھی اس لئے اس کا تذکرہ آیا کہ اس ملک کا کچھ حصہ بھی مدینہ سے مشرق کو ہے۔
لیکن حجاز کی سرحد ختم ہوتے ہی عراق کی سرحد نہیں ملتی ہے بلکہ پہلے نجد کی سرحد ملے گی، پھر نجد کو
عبور کرنے کے بعد ہی عراق کا کچھ حصہ آئے گا وہ بھی نقطہ مشرق سے کافی باہر۔ تو یقیناً
حضور نے مشرق کی طرف اشارہ کیا ہوگا۔ اور چونکہ مشرق میں عراق کا یہ حصہ بھی ہے اس لئے
حضرت سہیل ابن حنیف نے عراق کا لفظ استعمال کیا، لیکن عراق کا وہ حصہ مشرق بعید میں ہے
جبکہ نجد مشرق قریب میں۔ اور یہی مفہوم یہاں لفظ عراق سے ہے۔

مزید اس مفہوم کی تائید میں یہ روایت ملاحظہ ہو..................

**عن سهل ابن حنيف سمعت النبي ﷺ يذكر الخوارج فقال
سمعته واشار بيده نحو المشرق قوم يقرؤن القرآن بالسنتهم لا يعدو تراقيهم
يمرقون من الدين كما يمرق السهم من الرمية**

وعنه عن النبي ﷺ قال يتيه قوم قبل المشرق محلقة رؤسهم

(مسلم شریف ج ۱/ص ۳۴۳)

(ترجمہ)

حضرت سہیل ابن حنیف سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو خوارج
کا تذکرہ فرماتے سنا۔ اپنے دست نبوت سے مشرق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے۔ وہاں
ایک قوم ہے لوگ اپنی زبان سے قرآن پڑھینگے ان کے گلے سے قرآن نہیں اترے گا۔ دین
سے یہ لوگ ایسے نکل جائینگے جیسے تیر شکار سے۔

انہیں سے دوسری روایت ہے وہ نبی کریم سے روایت کرتے ہیں آپ نے
ارشاد فرمایا مشرق میں ایک متکبر قوم ظاہر ہوگی ان کے سر گھٹے ہوئے ہوں گے۔

بخاری شریف والی حدیث بھی سہل ابن حنیف سے مروی ہے اور مسلم شریف
والی دونوں حدیث بھی انھیں سے مروی ہیں۔

بخاری شریف میں لفظ عراق آیا ہے جبکہ مسلم شریف میں اس کی جگہ نحو
المشرق اور قبل المشرق زبان رسالت سے ادا ہے اور نحو المشرق اور عراق یہاں راوی
کے الفاظ ہیں۔ لھذا اس حدیث کو دیکھکر اپنی بلا عراق پر ڈالنے کا حق نجدیوں کو ہرگز نہیں دیا
جائیگا۔ مسلم شریف کی یہ دونوں حدیثیں بھی ایک نہیں ہیں کہ دونوں کے الفاظ جدا ہیں۔ لہٰذا یہ
مختلف مقام مختلف اوقات کی حدیثیں ہیں۔ جبکہ زبان رسالت سے ان لوگون کے لئے لعنت
آچکی ہے پھر بھی عوام اہلسنت اگر ان کی سادگی اور خوش اخلاقی کے قائل نظر آئیں تو یہ ان کی
بڑی بھول ہے۔

کیا تمہارے نزدیک بھی خوش اخلاقی اور بداخلاقی کا معیار بدل چکا ہے؟
تمہارے نبی جنھیں کفر کی لعنت میں گرفتار بتائیں وہ تمہارا دوست ہے۔ جو تمہارے نبی کو
معاذ اللہ مغلظات بکے وہ تمہارا دوست ہے؟ لعنت ہو ایسی دوستی پر۔ آؤ..............
اپنے نبی سے سنو، اور بداخلاقی اور بااخلاقی کے مابین تمیز کرو..............

**عن ابی ذر قال قال رسول اللہ ﷺ ان بعدی من امتی او
سيكون بعدی من امتی قوم يقرؤن القرآن لا يجاوز حلاقيهم يخرجون من
الدين كما يخرج السهم من الرمية لا يعودون فيه هم شر الخلق والخليقة**

(مسلم شریف ج ۱/ص ۳۴۳)

(ترجمہ)

یہ حدیث ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں اللہ کے پیارے
رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ میرے بعد میری امت سے یا (فرمایا) عنقریب میرے بعد
میری امت سے ایک قوم ہوگی وہ لوگ قرآن پڑھینگے، ان کے حلق سے قرآن تجاوز نہیں کرے
گا وہ دین سے ایسے نکل جائینگے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے پھر وہ لوگ دین میں لوٹ
کر نہیں آئینگے۔ وہ لوگ مخلوق میں بدتر ہونگے اخلاق میں بھی بدتر ہونگے۔

هدایت

ان لوگوں کا دوسرے کو جھک کر سلام کرنا بغیر بلائے دعوتوں میں شریک ہونا ،صبح شام خیریت پوچھنے آنا،عیادت وتعزیت میں سبقت کرنا، بار بار دھتکارنے کے بعد بھی ملنے کی کوشش کرنا۔یہ ان کے اخلاق نہیں بلکہ مجبوری ہے۔ذلت ہی ان کی قسمت میں درج ہو چکی ہے، یہ انکی عاجزی نہیں بلکہ ان کی مکاری ہے۔

دیکھو عزت اور ذلت کو تفویض کرنے والے خوب جانتے ہیں کہ کون بااخلاق ،کون بداخلاق ہے۔اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے فرمایا کہ وہ لوگ دین سے ایسے خارج ہونگے جیسے تیر شکار سے ان کو پھر دین میں لوٹنے کی سعادت نہیں ملے گی۔اسلئے کہ ان کی گستاخی بارگاہ ربوبیت اور بارگاہ رسالت میں ہے تو پھر ان سے بدتر کون ہوسکتا ہے۔اسی لئے تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ........**ھم شر الخلق و الخلیقة** یعنی وہ مخلوق میں بھی بدتر اور اخلاق میں بھی بدتر ہیں۔نظر میں بدصورت ہیں اور شریعت میں بداخلاق ہیں۔

اپنے پیارے نبی کو کیا منہ دکھاؤ گے؟ تمہارے نبی نے جنکو بدتر مخلوق قرار دیا وہ تمہارے دوست ہیں، تمہارے نبی نے جنھیں بداخلاق بتایا اور قرار دیا انھوں نے تمہیں جھک کر سلام کیا تو تم ان کے گرویدہ ہوگئے۔تمہاری غیرت ایمانی کہاں چلی گئی؟ حق تو یہ تھا کہ ان کے منہ پر انکو بدشکل اور بداخلاق کہتے کہ تمہارے نبی نے فرمایا ہے لیکن اس کے بجائے

تم ان سے رشتہ داری نبھا رہے ہو۔دوستی کررہے ہو،میٹھی میٹھی باتیں کررہے ہو۔افسوس.....

شرم نبی خوف خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

دیکھو حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ کے یہودیوں میں بھی ان کا مقام بہت اونچا تھا، رؤساء میں ان کا شمار ہی نہیں، سید الرؤساء مانے جاتے تھے۔ادھر یہودیوں کا حال یہ تھا کہ بار بار معاہدہ کرتے، بار بار غداری کرتے تھے یہاں تک کہ حضور ﷺ کو زہر دیا، ایک جلسہ میں آپ پر جان لیوا حملہ کیا، مسلمانوں کی جاسوسی کر کے مکہ والوں کو باخبر کرنا ان کا محبوب مشغلہ تھا۔انھیں وجوہات سے مسلمان خیبر پر حملہ آور ہوئے۔خیبر کو فتح کیا شریر یہودی کافی مقدار میں گرفتار ہوئے جبکہ حضرت سعد پہلے ہی ایمان لا چکے تھے ان کے ایمان لانے سے پیشتر بنی قریظہ سے ان کے کافی تعلقات تھے۔جنگی قیدی اکثر اسی قبیلے کے تھے۔بعض حضرت سعد کے دوست تھے، کچھ پڑوسی تھے، اللہ کے پیارے نبی ﷺ نے خود فیصلہ نہیں فرمایا، دلجوئی کیلئے حضرت سعد کو بلوایا۔جب بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے تو سواری پہ تشریف لائے۔واقعہ یوں ہے.........

لمّا نزلت بنو قريظة علىٰ حكم سعد ابن معاذ بعث رسول الله ﷺ وكان قريباً منه فجاء علىٰ حمار فلما دنا قال رسول الله ﷺ قوموا الىٰ سيدكم فجاء فجلس الىٰ رسول الله ﷺ فقال له ان هؤ لآء فنزلوا علىٰ حكمك قال فاني احكم ان تقتل المقاتلة و ان تسبى الذرية

(بخاری شریف ج ۱/ص ۴۲۷۔ ج ۲/ص ۹۲۶)

(ترجمہ)

جب حضرت سعد ابن معاذ کے حکم پر بنو قریظہ حاضر دربار ہوئے تو اللہ کے رسول ﷺ نے انھیں بلوایا، وہ قریب ہی تھے، ایک دراز گوش پر سوار ہو کر حاضر ہوئے، جب قریب آئے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اپنے سردار کیلئے کھڑے ہو جاؤ۔وہ آئے حضور ﷺ کے پاس بیٹھ گئے۔آپ نے ان سے فرمایا۔یہ لوگ تیرے حکم پر حاضر آئے۔انھوں نے عرض کی کہ ٹھیک ہے تو میں فیصلہ کرتا ہوں۔جنگی مجرموں کو قتل کر دیا جائے۔
اور بچوں کو روک لیا جائے۔

یہودیوں کو امید تھی کہ سعد ابن معاذ چونکہ ہمارے حلیف ہیں کرم فرمائیں فیصلہ ہمارے حق میں ہوگا اور ان کا جو بھی فیصلہ ہوگا حضور اسکو نافذ کر دینگے۔چاہے آزادی ہی کیوں نہ ہو۔اور ان کی یہ امید بے جا بھی نہیں تھی۔لیکن ان کے فیصلہ سے یہودی انگشت

بدنداں ہو کے رہ گئے ۔ کہ لائق قتال لوگوں کو قتل کا حکم ملا ۔ انھوں نے دوستی اور تعلقات کو پس پشت ڈال دیا کہ ان لوگوں نے اللہ کے پیارے نبی ﷺ کو اذیت پہونچانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا تھا، کیا کوئی بھی مؤمن یہاں یہ کہنے کی جرأت کرسکتا ہے کہ حضرت سعد سنگ دل تھے ۔ معاذ اللہ ....

انھوں نے اپنے تعلقات کا لحاظ نہیں کیا.......... نہیں...... ایک مؤمن ہرگز یہ نہیں کہہ سکتا ہے ۔ حضرت سعد ایمان کے تقاضوں سے اچھی طرح باخبر تھے، وہ جانتے تھے کہ جب نبی ہی اصل ایمان اور جان ایمان ہیں اور حدیث پاک سے اسی کی تائید ہوتی ہے

....

عن انس قال قال رسول اللہ ﷺ لا یؤمن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من والدہٖ وولدہٖ والناس اجمعین (بخاری شریف ج ۱ ص ۷)

(ترجمہ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ۔ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی مؤمن نہیں ہوگا یہاںتک کہ اپنے والد اپنے بچے اور سارے لوگوں کے مقابلے میں مجھ سے زیادہ محبت نہ کرے ۔

اور حضرت سعد ابن معاذ نے یہ فیصلہ دیکر اسی حدیث پر عمل کیا ہے، یہ جانتے تھے کہ سنگدلی یہ نہیں بلکہ یہ تو تقاضۂ انصاف ہے ۔ سنگدلی تو وہ ہے کہ اللہ کے نبی کے گستاخوں کی گستاخی کو دیکھے، اذیت رسانی کو دیکھے، پھر بھی خموش رہے ۔ اور دوستی وغیرہ نبھائے...... اللہ عقل سلیم عطا کرے اور حضرت سعد ابن معاذ کے حسین طریقہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے ۔
(آمین)

مثل فارس زلزلے ہوں نجد میں : ذکر آیات ولادت کیجئے
غیظ میں جل جائیں بے دینوں کے دل : یارسول اللہ کی کثرت کیجئے

نجد وحجاز

نجد وحجاز کوئی جدید الفاظ نہیں ہیں ۔ کتب حدیث میں، کتب تاریخ میں، کتب سیر میں بار باران دونوں کا تذکرہ موجود ہے ۔ لیکن دلکش پیرائے کی بات یہ ہے کہ مدینہ سکینہ اور حجاز کے تذکرہ میں رحمت ہی رحمت، برکت ہی برکت ہے ۔ اور نجد کی تاریخ غداری، بے وفائی، جہالت، فتنہ، شرانگیزی اور زلزلہ سے سیاہ نظر آتی ہے ۔

قابل غور یہ بھی ہے کہ خارجی، وہابی بڑے شد ومد سے عوام الناس کو باور کرانے کی کوشش کررہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو علم غیب نہیں دیا ہے اور وہ آیتیں پڑھکر لوگوں کو سنا رہے ہیں جن میں ذاتی علم غیب کی نفی ہے ۔

آخر یہ لوگ اپنی اکثر توانائی اسی پر کیوں صرف کررہے ہیں، علم غیب کے مسئلہ پر ان لوگوں کو اتنی دلچسپی کیوں ہے ۔

ذرا سی توجہ سے اس کا پورا انکشاف ہوجائیگا اس لئے کہ اس خارجی، وہابی مذہب کی بنیاد ہی اسی پر ہے اور یہ اس مذہب کی مجبوری ہے کہ اس مسئلہ کا انکار کرے ۔

اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی ﷺ نے جتنی بھی پیشین گوئیاں اس مذہب کے بارے میں کی ہیں ہر ایک کا تعلق علم غیب سے ہے اور صادق ومصدوق نے ایسی خبریں دی ہیں جو حرف بحرف صحیح نظر آرہی ہیں ۔ ان میں سے کسی کا بھی جواب ان لوگوں کے پاس نہیں ہے اور قیامت تک ان میں سے کسی ایک کو جھٹلا بھی نہیں سکتے ہیں ۔

لہٰذا ان لوگوں نے اس کا آسان طریقہ یہ نکالا ہے کہ علم غیب ہی کا انکار کردو ورنہ اس نبی کے وفادار ایک دن ہمارے دامن گیر ہونگے ۔

علم غیب کے سلسلے میں بطور اختصار کچھ بیان آنے والا ہے یہاں تو نجد وحجاز کا بیان ہی پیش نظر ہے ۔

ان دونوں جگہوں کے بارے میں حضورﷺ نے کافی غیب کی خبریں بتائیں ہیں۔لیکن احادیث میں نجد کو مشرق سے تعبیر کیا گیا ہے۔حضرت سہل ابن حنیف کی روایت میں ایک جگہ عراق کا لفظ آیا ہے لیکن اسکا تلفظ زبان رسالت سے نہیں بلکہ لسان راوی سے ہے یہی حدیث اسی راوی سے امام مسلم نے بھی نقل کی۔لیکن یہاں عراق کے بجائے......نحو المشرق کا لفظ ہے۔یہی نہیں بلکہ درجنوں روایتوں میں مشرق کا لفظ آیا ہے اور جب اللہ کے رسولﷺ یہ جانتے تھے کہ فتنہ مشرق میں پیدا ہوگا تو یقیناً یہ بھی جانتے تھے کہ عراق کی راجدھانی اس وقت بغداد ہوگا،اور نجد کی راجدھانی کو ریاض کہا جائیگا۔اور آج بھی پوری دنیا کا یہ دستور ہے کہ جب بھی کسی ملک کی طرف اشارہ کر کے کوئی بات کہی جائے تو مشار الیہ راجدھانی ہوتی ہے۔

جیسے پاکستان کی بات کو اسلام آباد کی بات سے تعبیر کرتے ہیں۔امریکہ کو نیو یارک سے،روس کو ماسکو سے،برطانیہ کو لندن سے،جرمن کو برلن سے۔اسپین کو میڈریڈ سے ،چین کو بیجنگ سے اور جاپان کو ٹوکیو سے ہی تعبیر کیا جاتا ہے۔

اور حضورﷺ نے خوارج کا اور فتنوں کا تذکرہ کرتے ہوئے زیادہ تر مشرق کا لفظ استعمال فرمایا۔نجدی،وہابی،خارجی اچھی طرح جانتے ہیں کہ قہر خداوندی کی زد میں کون لوگ ہیں؟ پھر بھی حضرت سہل ابن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک لفظ سے اپنا مکروہ چہرہ چھپانے کی کوشش کر رہے ہیں۔اس لئے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ مدینہ سکینہ طیبہ سے بغداد اور ریاض کی سمت بتانا بہتر رہیگا۔

مدینہ کا عرض بلد شمالی 24 33´ اور طول بلد مشرقی 39 42´ ہے

ریاض کا " " 24 38´ اور " " 46 46´ ہے

بغداد کا " " 33 32´ اور " " 44 42´ ہے

اب مدینہ سے ریاض اور بغداد کا رخ نکالا جائے تبھی ظاہر ہوگا کہ مشرق میں بغداد ہے یا ریاض یا پھر دونوں؟ حالانکہ اسکا جواب آچکا ہے بالفرض دونوں پورب میں ہوں تو

پھر دیکھا جائیگا کہ جہت سے قریب تر کون ہے؟

مدینہ کا عرض بلد شمالی 24°33´ اور طول بلد مشرقی 39°42´ ہے

ریاض کا " " 24°38´ اور " " 46°46´ ہے

مدینہ طیبہ اور ریاض کا فصل طول 7°4´ ہے

لہذا سمت کا تعین یہ ہوگا...

ظم عرض ریاض	10.3386231
+ جم فصل طول 7°4´	9.9966727
= جم عرض موقع عمود ہوا	10.3352958

اسکا تمام 24 درجہ 48 دقیقہ

اور مدینہ طیبہ کا عرض 24 درجہ 33 دقیقہ

فرق عرض موقع عمود اور مدینہ طیبہ کے درمیان صرف پندرہ دقیقہ یعنی ایک چوتھائی درجہ۔

پھر استخراج جہت کیلئے۔

جم عرض موقع عمود	9.9579794
+ ظل فصل طول	9.0933020
محفوظ	9.0512814
- جیب فرق 15 دقیقہ	7.6398160
ظل انحراف	11.4114654

جدول ظل میں اس کے درجات 87°48´ آئے۔

لہذا مدینہ طیبہ سے ریاض کا رخ سیدھا پورب ہے یعنی نقطۂ مشرق سے صرف دو درجہ بارہ دقیقہ بائیں پہلو کی طرف مائل ہے۔اور بھی بیالیس درجہ سینتالیس دقیقہ بائیں ہاتھ کو مائل ہو جائے پھر بھی یہ مدینہ منورہ سے پورب ہی رہیگا۔جبکہ ریاض کے جنوب

میں جو آبادی 47 درجہ 11 دقیقہ کے اندر ہے اس کو بھی مدینہ طیبہ سے پورب ہی کہا جائے گا۔
اس سے صاف ظاہر ہے کہ پوری ریاست نجد قہر خداوندی کی زد میں ہے۔
اب بغداد شریف کے رخ کا تعین کیا جائے تو بہتر رہیگا۔

مدینہ کا عرض شمالی	24 33´	طول مشرقی	39 42´
بغداد کا " "	33 19´	" "	44 25´

اب رخ کا تعین یہ ہوگا.......................................

ظم عرض بغداد	10.1822405
-جم فصل طول 4 43´	9.9984636
=ظم عرض موقع عمود	10.1807041

جدول ظل میں اس کے درجہ 54 36´ آئے

جم عرض موقع	9.9216073
+ظل فصل 4 43´	8.9161952
= محفوظ	8.8378025
-جیب فرق 8 51´	9.1870923
=ظل انحراف	9.6507102

جدول ظل میں چوبیس درجہ چھ دقیقہ کا یہ ظل ہے جو ربع دور سے بیس درجہ چون دقیقہ کم ہے۔

سبحان اللہ ! خارجی وہابیوں کی ساری خواہشیں دم توڑ گئیں کہ بغداد شریف مدینہ طیبہ سے پورب میں ہے، ہی نہیں بلکہ مدینہ سکینہ کے بین المشرقین سے بیس درجہ چون دقیقہ باہر شمال کی طرف ہے۔ لہٰذا لفظ مشرق کے مفہوم میں سمت بغداد داخل ہی نہیں ہے کہ رخ کا تعین مقام تکلم سے ہوگا۔

صاف ظاہر ہوگیا کہ قہر خدائے قہار کی زد میں ریاض ہی نہیں بلکہ پورا نجد ہے جبکہ بغداد اس سے کافی باہر ہے۔ یعنی بغداد مدینہ سے اتر میں ہے نہ کہ پورب میں۔
یہ میں نے اس لئے قلم بند کیا تا کہ بغداد کی طرف نجدیوں کا راہ فرار مسدود ہو جائے اور اچھی طرح سے سمجھ میں آجائے کہ غضب الٰہی کا ہدف نجد ہی ہے اور انگشت نبوت کا اشارہ اسی طرف تھا۔

یہ بیان چونکہ نجد وحجاز کا ہے سابقہ احادیث میں نجد کی تعبیر مشرق سے کی گئی ہے لیکن حجاز سے متعلق کوئی بیان نہیں آیا۔ کل کو یہ نہ کہا جائے کہ حجاز دنیا کے نقشہ میں تھا ہی نہیں۔ تو آیئے پہلے حجاز کو دیکھئے پھر نجد وحجاز کو ملاحظہ کریں.................

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال لا تقوم الساعۃ حتیٰ تخرج نار من ارض الحجاز تضیٔ اعناق الابل ببصریٰ

(بخاری شریف ج۲/ص۱۰۵۴ مسلم شریف ج۲/ص۳۹۳)

(ترجمہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رروایت ہے یقیناً اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ حجاز کی زمین سے ایک آگ نکلے گی جو بصریٰ کے اونٹوں کی گردنیں روشن کردیگی۔

ہدایت

یہ حدیث بھی انکی نظروں میں نہیں آئیگی اس لئے کہ یہ بھی تو علم غیب ہے اس میں قیامت سے پیشتر حجاز مقدس سے ایک آگ کے نکلنے کا تذکرہ ہے لیکن اس آگ سے کسی کو نقصان کا خطرہ نہیں، بلکہ اس سے اتنی روشنی پھیلے گی مدینہ طیبہ سے بصریٰ کے اونٹوں کی گردنیں بھی چمکنے لگیں گی جبکہ بصریٰ حجاز میں نہیں بلکہ شام میں ہے۔
نجد وحجاز کا جوائنٹ فوٹو بھی ملاحظہ فرمائیں.................

عن جابر ابن عبد اللہ یقول قال رسول اللہ ﷺ غلظ القلب

والجفاء فی المشرق والایمان فی اھل الحجاز (مسلم شریف ج۱ ص۵۳)

(ترجمه)

حضرت جابر ابن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا قلب کی غلاظت اور ظلم پورب میں ہیں اور ایمان اہل حجاز میں ہے۔

ھدایت

اس سے گندہ دل کس کا ہوسکتا ہے جو اللہ پر جھوٹ کا الزام رکھے اس کے رسول کو اپنی طرح کہے، روضہ مصطفٰے کو صنم اکبر کہے۔ حضور کو (معاذ اللہ) مرکر مٹی میں مل جانے کی بکواس کرے، شیطان کا علم علم نبی سے زیادہ بتائے۔ نبی کا علم جانوروں، بچوں اور پاگلوں کی طرح بتائے، حضرت عاصم اور انکے ساتھیوں کو بلا وجہ قتل کرے، ستر قراء کرام کو عہد شکنی کرکے قتل کرے، جنت البقیع میں ہزاروں مزارات صحابہ کو مسمار کرے، حضرت جعفر طیار کے روضے میں آگ لگائے، حضرت حجر ابن عدی کے مبارک جسد پاک کو قبر پاک سے نکال کر غائب کردے۔ یہی نہیں بلکہ ان کے علاوہ ہزاروں واقعات ایسے رونما ہو چکے ہیں جو انکے گندے دلوں کی نشان دہی کررہے ہیں............قربان جایئے اپنے نبی کے علم بالمغیب پر جس نے ابتداء اسلام میں ہی انھیں گندے دل قرار دیکر ہماری تنبیہ فرمائی ہے۔

صرف یہ لوگ گندے دل ہی نہیں ان میں ظلم بھی کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ معاہدے کے بعد بھی غداری ظلم ہے۔ بے وفائی ظلم ہے۔ بیر معونہ کا واقعہ ظلم ہے۔ کفار مکہ کی جاسوسی مدینہ والوں پر ظلم ہے۔ صفین کے بعد حضرت علی سے جنگ ان کا ظلم ہے۔ نجد کا حجاز پر حملہ ظلم ہے۔ حرمین طیبین میں اہلسنت کا قتل عام ظلم ہے۔ یہ تو زندوں پر ظلم تھا۔ لیکن مزارات کا مسمار کرنا مردوں پر ظلم ہے اس کے بارے میں اس دور کے مسلمان اچھی طرح واقف ہیں۔

جہاں اس حدیث پاک میں اس ہیبتناک قوم کی نشاندہی ہے وہیں حجاز میں ایمان کے ہونے کا مژدۂ جانفزا موجود ہے۔ یعنی حضور ﷺ کے مبارک الفاظ ہیں .... **غلظ القلوب والجفاء فی المشرق والایمان فی اھل الحجاز..........**

اور آج سب پر عیاں ہے کہ نجدی وہابی کی قلبی گندگی اور جفا کاری سے یہ دنیا کس قدر پریشان ہے۔

عن ابن عمرانۂ سمع رسول اللہ ﷺ وھو مستقبل المشرق یقول الا ان الفتنة ھٰھنا الا ان الفتنة ھٰھنا من حیث یطلع قرن الشیطان

(مسلم شریف ج۲ ص۳۹۳ بخاری شریف ج۲ ص۱۰۵۰)

(ترجمه)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انھوں نے اللہ کے رسول ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا اس حال میں کہ آپ کا رخ انور پورب کی جانب تھا (فرمایا) خبردار ! ادھر فتنہ ہے، خبردار ! ادھر فتنہ ہے، یہیں سے شیطان کی جماعت نکلے گی۔ ....

ھدایت

آخر یہ لوگ علم غیب کا انکار کیوں نہ کریں، یہ علم غیب ہی تو ہے کہ ان کی جماعت کو شیطان کی جماعت قرار دیا گیا اور انکے نکلنے سے پہلے ہی ان کی نشاندہی کی گئی۔ زبان رسالت سے انکا نام ''قرن الشیطان'' ہوا..................

کیا آج پھر انصاف کی تعریف بدل گئی ہے جو حضرات اس شیطانی جماعت کا تعاقب کرے اسکی فتنہ انگیزیوں کو بیان کرے، کچھ مسلمان انھیں کو فتنہ پرور قرار دیتے ہیں۔ جبکہ حدیث پاک میں کوئی بھی ایسا مغلق لفظ نہیں جو انکی فہم وفراست سے بالاتر ہو۔

آگے دیکھو تو تمہارے نبی نے تم سے کیا فرمایا...........

عن ابی ھریرة (رضی اللہ تعالیٰ عنه) ان رسول اللہ ﷺ قال راس الکفر نحو المشرق

(بخاری شریف ج۱ ص۴۶۷)

(ترجمه)

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے بیشک اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ کفر کا گڑھ پورب کو ہے۔

ھدایت

پیارے نبی ﷺ نے پوری دنیا کے خارجیوں، وہابیوں کا منہ بند کر دیا۔ افریقہ والے، یورپ والے، شمال والے، جنوب والے یہ نہ کہہ سکیں کہ ہم عذاب شدید سے بچ گئے۔ جہنم کی آگ تو نجدیوں کیلئے دہک رہی ہے۔ اس فرمان عالیشان میں پورب کو کفر کا گڑھ بتایا گیا ہے نہ کہ عقیدۂ کفر کے کفری ملک کی حد بندی کی گئی ہے۔ کون نہیں جانتا کہ اس جدید فتنۂ خارجیہ کا اصل مجرم محمد ابن عبدالوہاب نجدی ہی تھا، اور اس عقیدہ کو اپنانے والا ہر ایک شخص ان وعیدات کے نشانے پر ہوگا۔ اے انسان تصور تو کرو کس سے تم نے دشمنی مول لی ہے۔ تمہارے دل میں کس سے بخار ہے۔ یہ اللہ کا وہ محبوب ہے غضب الٰہی جس کی جنبش ابرو کو دیکھ رہا ہے، اس در سے پھرنے والے کو کہیں بھی جائے سکون نہیں ملے گی۔ اس حدیث سے عبرت حاصل کرو.....

عن انس ابن مالک قال کان منا رجل من بنی النجار قد قراء البقرة و آل عمران و کان یکتب لرسول اللہ ﷺ فانطلق هارباً حتیٰ لحق باهل الکتاب قال فرفعوه قالوا هذا قد کان یکتب لمحمد فاعجبوه فما لبث ان قصم اللّٰه عنقه فیهم فحفروا لهٗ فواروه فاصبحت الارض قد نبذتهٗ علیٰ وجهها ثم عادوا فحفروا لهٗ فواروه فاصبحت الارض قد نبذتهٗ علیٰ وجهها ثم عادوا فحفروا لهٗ فواروه فاصبحت الارض قد نبذتهٗ علیٰ وجهها فترکوه منبوذاً

(ترجمه)

حضرت انس ابن مالک سے روایت ہے آپ نے فرمایا ہم میں سے بنی نجار کا ایک آدمی تھا۔ سورۂ بقرہ اور آل عمران کا قاری تھا، اللہ کے رسول کی بارگاہ میں لکھنے کا بھی شرف ملا تھا وہ بھاگ گیا یہاں تک کہ کتابیوں سے مل گیا۔ راوی فرماتے ہیں کتابیوں نے اسکو ہاتھوں ہاتھ لیا، کہنے لگے یہ تو وہ ہے جو محمد (ﷺ) کے دربار میں لکھا کرتا تھا لوگوں نے اسکو بہت پسند کیا پھر کچھ ہی وقت میں ان لوگوں میں، ہی اللہ نے اس کی گردن توڑ دی۔ کتابیوں نے اسکے لئے قبر کھودی اسکو دفن کردیا۔ صبح دیکھا تو زمین نے اسکو نکال کر باہر پھینک دیا تھا پھر وہ لوگ آئے اسکے لئے قبر کھودی پھر دفن کیا پھر زمین نے اسکو نکال کر باہر پھینک دیا، پھر وہ لوگ آئے اسکے لئے قبر کھودی پھر دفن کیا پھر زمین نے اسکو نکال کر باہر پھینک دیا پھر ان لوگوں نے اسے چھوڑ دیا اسی پھینکی ہوئی حالت پر۔

ھدایت

یہ آدمی بنی نجار کا تھا اپنے قیام کیلئے حضور نے جس قبیلہ کا انتخاب فرمایا تھا۔ بنی نجار کی یہ زمین تھی، جس میں آج مسجد نبوی کے علاوہ ریاض الجنہ اور روضۂ انور بھی جلوہ گر ہے۔ عرش کی رفعتیں جس کی عظمتوں کو سلام کرتی ہیں۔

اور یہی نہیں بلکہ اس قبیلہ میں یہ آدمی سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران کا قاری بھی تھا۔ اس کے علاوہ اور مراتب تو دیکھئے جس دربار میں فرشتوں کو بھی حاضری کی تمنا رہتی ہے وہاں اسکو کتابت کی ذمہ داری ملی ہوئی تھی۔ کس قدر عظیم عہدہ ملا تھا اسکے باوجود غلاظت کا پروردہ کیڑا رحمت کے عطردان سے منحرف ہوگیا۔ اسلام کے دشمنوں نے ہاتھوں ہاتھ لیا کہ مصطفےٰ ﷺ کا درباری ہی نہیں بلکہ عہدہ دار تھا، لیکن غضب الٰہی کے شکنجے سے فرار ممکن نہ تھا اس نے اسکی گردن مروڑ دی اور یہ جہنم رسید ہوا جس طرح فرعون کو دریا نے پھینک دیا تھا کہ آج بھی دنیا والے عبرت حاصل کریں۔ اسی طرح اس غدار کو زمین نے اپنے اندر سے باہر پھینکا کہ اس سے بھی دنیا عبرت حاصل کرے۔

مسلمانوں! اپنے نبی کے وفادارو! خدارا اپنے نبی کے دشمنوں کو پہچانو ان کی دوستی تمہارے لئے زہر قاتل ہے ان سے رشتہ داری تمہارے لئے جہنم کی آگ ہے۔

دیکھا نہیں ؟ اس آدمی نے بظاہر کوئی گستاخی نہیں کی، کوئی بدکلامی نہیں کی صرف اس در سے فرار کو پسند کیا تو انجام کتنا بھیانک ہوا۔(والعیاذ باللہ تعالیٰ) ان لوگوں کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ نے تمہیں کیا حکم عطا کیا ہے؟ رشتہ داری نبھانے کا حکم یا شادی بیاہ کا حکم یا تعلقات باقی رکھنے کا حکم یا پھر قطع تعلق کا حکم؟

عن سوید ابن غفلة قال سمعت رسول الله ﷺ یقول سیخرج فی آخر الزمان قوم احداث الاسنان سفهاء الاحلام یقولون من خیر قول البریة یقرؤن القرآن لا یجاوز حناجرهم یمرقون من الدین کما یمرق السهم من الرمیة فاذا لقیتموهم فاقتلوهم فان فی قتلهم اجراً لمن قتلهم عندالله یوم القیامة

(مسلم شریف ج ۱/ص ۳۴۲)

(ترجمہ)

حضرت سوید ابن غفلۃ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا عنقریب آخری زمانے میں ایک نئی عمر والی قوم نکلے گی اس میں ایسے بیوقوف لوگ ہونگے، دنیا میں سب سے اچھی بات کرینگے، قرآن پڑھیں گے قرآن ان کی حلق سے نیچے نہیں اترے گا، یہ لوگ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے، جب تم ان لوگوں سے ملو تو قتل کر دینا۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے پاس اس کے لئے اجر ہے۔ جس نے ان کو قتل کیا۔

ھدایت

آج چونکہ تم ان کے قتل پر قادر نہیں ہو تمہارے پاس اتنی قدرت نہیں ہے اس اقدام پر یہ دنیا تمہیں مجرم کہے گی۔ لہٰذا کم از کم انکی صحبت بد سے اپنے کو بچانے میں تو کوئی خطرہ نہیں ہے۔

مسلمانو ! بہانہ نہ بناؤ۔ اپنے پاک دامن میں ان کی صحبت کی گندگی کی چھینٹیں نہ لگاؤ۔ مولیٰ علی تمہیں سینے سے لگائینگے۔ عثمان ذوالنورین تمہارا استقبال کرینگے۔ فاروق اعظم تمہارے سامنے آئینگے۔ صدیق اکبر تمہیں ساتھ لینگے۔ تمہارے نبی تمہارے ساتھ میزان کے پاس ہونگے۔ کہیں تمہارے دامن میں ان سے صحبت کا گندا دھبا دیکھ کر یہ برگزیدہ حضرات اپنی نگاہیں نہ پھیر لیں، پھر تمہاری آخرت تباہ نہ ہو جائے۔

(والعیاذ باللّٰہ تعالیٰ)

ان نجدیوں کی بار بار ایذا رسانی سے اللہ کے پیارے رسول ﷺ اکثر رنجیدہ بھی ہو جاتے، لیکن یہ لوگ ایسے شرارت پسند تھے کہ باز نہیں آتے تھے۔
معاہدہ کے باوجود بار بار غداری انکی عادت بن چکی تھی، بالآخر حضور ﷺ نے کچھ جاں بازوں کو ان کی گوشمالی کے لئے روانہ فرمایا جس کا بیان حدیث میں کچھ اس طرح ہے.........

عن ابن عمر قال بعث النبی ﷺ سریة قبل نجد فکنت فیها فبلغت سهماننا اثنیٰ عشر بعیراً ونفلنا بعیراً فرجعنا بثلثة عشر بعیراً

(بخاری شریف ج ۲/ص ۴۲۲)

(ترجمہ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما سے مروی ہے آپ نے فرمایا نبی کریم ﷺ نے ایک لڑائی میں نجد کی طرف بھیجا، اسمیں میں بھی تھا۔ ہمارے حصے میں بارہ بارہ اونٹ آئے۔ ہمیں ایک ایک اونٹ انعام میں اور ملا۔ ہم لوٹے تیرہ تیرہ اونٹوں کیساتھ۔

ھدایت

یہ جنگ نجدیوں سے تھی، مسلمانوں کو فتح ملی، مال غنیمت کو جب تقسیم کیا گیا تو ہر ایک مجاہد کو درجن بھر اونٹ ملے۔ جب یہ لوگ مژدہ فتح کیساتھ دربار رسالت میں پہونچے تو نجدیوں سے جنگ کی وجہ سے ایک ایک اونٹ اور انعام میں ملا۔

انکی وفاداری زمانہ رسالت میں بھی مشکوک رہی غداری تو انکی پہچان تھی یہی وجہ ہے کہ آج بھی عرب کے کسی قبیلہ کو نجدی کہنا گالی دینے کے مترادف مانا جاتا ہے۔ اگر کسی کو اس پر اعتماد نہ ہو تو جب حج کی سعادت ملے یا کسی وجہ سے وہاں جانا ہو تو کسی بھی عرب کو نجدی کہہ کے دیکھ لینا اس لفظ کی معنوی غلاظت بے نقاب ہو جائیگی۔

اس لئے تو دربار رسالت میں کچھ اچھے لوگ بھی نجدی ہونے کی وجہ سے مشکوک رہے۔ حدیث میں ہے..............

جاء رجل الیٰ رسول اللّٰہ ﷺ من اهل نجد ثائر الرأس نسمع دوی صوته ولا نفقهه مایقول حتیٰ دنا فاذا هو یسئل عن الاسلام فقال رسول اللّٰہ ﷺ خمس صلوٰت فی الیوم واللیلة فقال هل علی غیرها قال لا الا ان تطوع قال رسول اللّٰہ ﷺ وصیام رمضان قال هل علی غیره قال لا الا ان تطوع وذکر لهٗ رسول اللّٰہ ﷺ الزکوٰة قال هل علی غیرها قال لا الا ان تطوع قال فادبر الرجل وهو یقول واللّٰہ لا ازید علیٰ هٰذا ولا انقص قال رسول اللّٰہ ﷺ افلح ان صدق

(بخاری شریف ج ۱/ص ۱۲)

(ترجمہ)

ایک آدمی اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آیا، نجد سے بال الجھے تھے اس کی آواز ہم سن رہے تھے، اسکی بات سمجھ نہیں رہے تھے، یہاں تک کہ قریب آیا، آتے ہی اسلام کے بارے میں سوال کیا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے جواباً ارشاد فرمایا۔ دن رات میں پانچ نمازیں ہیں اس نے عرض کی کیا اس کے علاوہ بھی کچھ ہے؟ جواب ملا نہیں۔ مگر تمہارا نفل۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا اور رمضان کا روزہ۔ اس نے کہا کیا اسکے علاوہ بھی کچھ ہے؟ جواب ملا نہیں مگر تیرا نفل۔ اللہ رسول ﷺ نے اسکے سامنے زکوٰہ کا بھی تذکرہ فرمایا۔ اس نے کہا اسکے علاوہ بھی کچھ ہے؟ جواب ملا نہیں۔ مگر تیرا نفل۔

راوی نے فرمایا وہ آدمی یہ کہتے ہوئے پیچھے چلا گیا کہ قسم اللہ کی نہ میں اس پر زیادہ کرونگا نہ کم کرونگا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا یہ کامیاب ہو گیا اگر اس نے سچ کہا۔

ھدایت

بات اچھی ہوئی، سوالات اچھے تھے، اس پر عمل کا اسنے وعدہ بھی کیا آقائے دوجہاں نے اسکو کامیاب انسان بھی قرار دیا۔ لیکن شرط کیساتھ معلق رکھا، اس شرط کی بظاہر حاجت نہیں تھی، وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ آدمی نجد کا تھا۔ دیکھو اور صحابہ کرام کو جنت کا مژدہ مل رہا ہے لیکن اس میں شرط کا کوئی وجود نہیں ہے طوالت کی وجہ سے ان احادیث کو نقل نہیں کر رہا ہوں کہ موضوع نجد وحجاز ہے۔ اہل ذوق حضرات بخاری شریف کے اسی حوالے میں اسکے ماسبق اور مابعد کو دیکھیں۔ پانچ صحابی کو جنت کا مژدہ ملا لیکن اس میں کوئی شرط نہیں ہے، جبکہ سبھی کو مختلف مواقع پر بشارت دی گئی ہے۔

چشم بینا کیلئے تو یہ احادیث کافی اور وافی ہیں جن کا بیان ہو چکا پھر بھی خوابیدہ ذہن وفکر کو جھنجھوڑ کر بیدار کرنے کیلئے ایک اور حدیث پاک نقل کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

عن ابن عمر قال ذکر النبی ﷺ قال اللّٰھمّ بارک لنا فی شامنا اللّٰھمّ بارک لنا فی یمننا قالوا وفی نجدنا قال اللّٰھمّ بارک لنا فی شامنا اللّٰھمّ بارک لنا فی یمننا قالوا یا رسول اللّٰہ وفی نجدنا فاظنه قال فی الثالثة هناک الزلازل والفتن وبها یطلع قرن الشیطان

(بخاری شریف ج ۲/ص ۱۰۵۱)

(ترجمہ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔ انھوں نے فرمایا نبی کریم نے یاد فرمایا تو یوں ارشاد فرمایا، اے اللہ ! ہمارے شام میں برکت عطا فرما۔ اے اللہ ہمارے یمن میں برکت عطا فرما۔ کچھ لوگ کہنے لگے اور ہمارے نجد میں ۔ حضور نے فرمایا

کی یہ چنگاریاں شعلوں میں بدل چکی تھیں، یوروپ اور امیریکہ کو مذہبی فتنہ انگیزی کے لئے محمد ابن عبدالوہاب مل چکا تھا، سیاسی قیادت کیلئے شاہ سعود کا گھرانہ کافی تھا، ریاض کو اسلحہ خانوں میں تبدیل کر دیا گیا۔ آقاؤں کا اشارہ ملتے ہیں، حجاز کے خلاف بھیانک جنگ شروع ہو گئی، ترکی سے آزادی کا مدعیٰ تھا حقیقت میں نجدی بالادستی تھی۔

دیکھتے ہی دیکھتے پورے حجاز پر نجد کا قبضہ ہو گیا۔ محمد ابن عبدالوہاب کی پوری کوشش رہی کہ ان حدیثوں کو تبدیل کیا جائے جن سے نجد پر آسمانی بجلیاں گر رہی تھیں ۔مذھبی اور ملکی طاقت نے ملکر زور آزمائی کی۔ کامیابی نہیں ملی کہ یہ کوئی حجاز کا مسئلہ نہیں تھا بلکہ عالم اسلام میں حدیثیں موجود تھیں، حدیثیں محفوظ رہیں لیکن یہ نجدی خارجی پریشان تھے۔ نجد کے اس بھیانک اور مکروہ چہرے کو کیسے چھپایا جائے؟ حدیثوں میں جس کی تصویر کشی کی گئی ہے جبکہ اسکے مقابلے میں حجاز کا تذکرہ دلکش اور روح پرور تھا۔

پھر ایک دن دنیا کے سامنے وہ منحوس خبر آئی کہ روئے زمین پر حجاز نام کا کوئی گوشہ نہیں ہے، جس کی شبیہ روح پرور تھی۔ اور نہ نجد ہے جس کا سراپا نحوست میں ڈوبا ہوا تھا۔

پھر ایک نئی ریاست عالم وجود میں آئی اسی کا نام **المملکة السعودیه** ہے۔ دنیا اس سے پہلے اس نام سے نا آشنا تھی۔

یہ درحقیقت نجدیوں کا اعتراف ہے کہ ان حدیثوں میں کوئی تاویل نہیں ہو سکتی ہے۔ اور یہ سب حدیثیں انھیں کے بارے میں بتا رہی ہیں۔ یہ خارجی فرقہ مختلف ناموں سے مختلف جگہ میں موجود ہے جزیرۂ عرب میں یہ اپنے کو حنبلی کہتا ہے۔ جبکہ اصل حنبلی اسے کافر کہتے ہیں۔

مصر میں یہی سلفی ہے سوڈان میں اس کا نام بوکوحرام ہے۔ شام میں لوگ فری سیرین نام سے اسی کو جانتے ہیں جبکہ ہندوستان میں یہ فرقہ اپنے کو اہل حدیث کہتا ہے۔ ان سب کا عقیدہ ایک ہے۔ دنیا کے مسلمان اسی فرقہ کو وہابی کہتے ہیں۔ یہ لوگ ہر اس فعل پر کفر وشرک کا حکم لگانے میں جری ہوتے ہیں جس میں اللہ کے رسول ﷺ کی تعظیم نمایاں ہوں، اور اس عداوت کی وجہ وہ احادیث ہیں جن میں نجد کی حقیقی تصویر موجود ہے۔ حجاج کرام کو معلوم ہے کہ مدینہ طیبہ میں بات بات پر نجدی کس طرح سے شرک شرک چلاتے ہیں۔ یہ لوگ نبی کیلئے علم غیب نہیں مانتے ہیں بلکہ ماننے والے کو مشرک کہتے ہیں، جیسے وہ لوگ مر کر کیڑے مکوڑے کی غذا بنتے ہیں اسی طرح انبیاء کو بھی مانتے ہیں۔ وسیلے کے زبردست مخالف ہیں، اللہ والوں سے مانگنے کو شرک بتاتے ہیں۔ ان کے علاوہ درجنوں ایسے عقیدے ہیں جو جمہور مسلمانوں کے خلاف ہیں۔

شرک ٹھہرے جس میں تعظیم نبی : اس برے مذھب پہ لعنت کیجئے
ظالمو ! محبوب کا حق تھا یہی؟ : عشق کے بدلے عداوت کیجئے؟

اے اللہ! ہمارے شام میں برکت عطا فرما۔ اے اللہ ہمارے یمن میں برکت عطا فرما۔ وہی حضرات کہنے لگے۔ یا رسول اللہ اور ہمارے نجد میں۔ تو مجھے گمان ہے کہ تیسری بار آپ نے فرمایا وہاں تو زلزلے ہیں۔ فتنے ہیں۔ اور وہیں سے شیطان کا گروہ نکلے گا۔

ھدایت

راوی حضرت عبداللہ ابن عمر کتاب میں بخاری شریف بتانے والے سید الانبیاء جگہ نجد، پھر اس کے جرائم کے سلسلے کو تین جامع کلمات کے ذریعہ انکشاف کے بعد کس کو جرأت کہ کسی ایک کا انکار کر جائے۔

ابتداء اسلام سے ہی خوارج کا فتنہ سر اٹھاتا رہا، اسلامی خار اشگاف تلواروں سے سرنگوں ہوتا رہا، لیکن نجد سے جس شکل سے نکلنے کا بیان ہے اس کی صورت بھیانک ہے، ہیبت ناک ہے، ڈراونی ہے۔ اب تک اس فتنہ کو خوارج کہا گیا لیکن نجدی لبادے میں جب یہ فتنہ سر اٹھائے گا لسان نبوت سے اس کا نام ''قرن الشیطان'' رکھا گیا۔

اللہ کے رسول ﷺ کا پہلا کلمہ زلازل ہے، اب عالم اسلام میں نجد سے کتنے زلزلے آئینگے اللہ اور اس کے رسول ہی جانتے ہیں۔ جب سے خارجی وہابیت کے لبادے میں نجد سے ظاہر ہوا خلافت عثمانیہ پر زلزلہ آیا، یہودیوں کو بسانے کا زلزلہ آیا، بیت المقدس میں زلزلہ آیا، پورے فلسطین میں آج تک زلزلے آتے رہے، دورے حاضر میں عراق میں زلزلہ آیا ،افغانستان پر زلزلہ آیا، سیریہ پر زلزلہ آیا تیونسیہ پر زلزلہ آیا، لیبیا پر زلزلہ آیا۔ ان زلزلوں میں لاکھوں نہیں بلکہ ایک کروڑ سے زائد مسلمان شہید ہو چکے ہیں۔ وہابیت کا جو کردار ان زلزلوں میں ہے پوری دنیا اس کو دیکھ رہی ہے۔

اللہ کے رسول نے نجد کیلئے جو دوسرا کلمہ ارشاد فرمایا ہے وہ ''فتن'' کا لفظ ہے۔ فتنہ بھی ایک نہیں اللہ اور اس کے رسول جانتے ہیں کہ وہاں کتنے فتنے پیدا ہونگے۔ اب تک جو جو فتنے پیدا ہوئے ان میں چند یہ ہیں جیسا کہ......... شان الوہیت میں کذب بیانی کے الزام کا فتنہ، روضہ رسول کو ''صنم اکبر'' کہنے کا فتنہ ، اغثنی یا رسول اللہ پر شرک کا فتنہ ،انبیاء کرام کو بھی (معاذ اللہ) مر کر مٹی میں مل جانے جیسے عقیدہ کا فتنہ، قیام تعظیمی پر شرک کا فتنہ، مزارات کو توڑے جانے کا فتنہ، جنت البقیع پر تعمیرات کا فتنہ، تقلید سے انکار کا فتنہ، اس کے علاوہ ان کے اور فتنوں سے مسلمان اچھی طرح سے واقف ہیں مزید بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

آخری الفاظ میں قصر نجدیت پر ایک نیم پلیٹ (Name Plate) کو آویزاں کیا گیا ہے اور اس میں تحریر ہے " قرن الشیطان " ۔ مزید اس کی وضاحت کی ضرورت نہیں۔ تمہارے نبی نے جس کو شیطان کی جماعت قرار دیا اگر تم اسکو اپنا دوست بناؤ تو اسکا انصاف تمہارا ضمیر کرے گا۔ کہ اس میں اپنے نبی سے وفاداری ہے یا بے وفائی ہے۔

احادیث کریمہ کی روشنی میں آپ کے سامنے دو ایسے پڑوسی علاقوں کا تذکرہ آیا جن میں ایک حجاز ہے اور دوسرا نجد۔ حجاز میں تو رحمت ہی رحمت، برکت ہی برکت۔

وہاں خانہ کعبہ کی فضیلت، حطیم کی فضیلت، حجر اسود کی فضیلت، مطاف کی فضیلت، مقام ابراہیم کی فضیلت، بیر زمزم کی فضیلت، منیٰ کی فضیلت، عرفات کی فضیلت، صفا و مروہ کی فضیلت، غار حرا کی فضیلت۔ ہر ایک خطہ کی الگ الگ فضیلتیں موجود ہیں.................. مدینہ چلیں تو روضۂ انور کی فضیلت، جنت البقیع کی فضیلت، ریاض الجنۃ کی فضیلت، وہاں کے تو خاروں کی بھی فضیلت ہے۔

وہیں اسکا پڑوسی علاقہ نجد ہے۔ زبان رسالت سے اس پر تازیانے ہی تازیانے .... غدار .... بے وفا........ رائس الکفر .... جفا....... دین سے نکلنا ...... قرآن کا حلق سے نہ اترنا .... دوبارہ دین نصیب نہ ہونا............ ظلم......... ناحق قتل ...... زلزلے .... فتنے ...... ان ساری برائیوں کا مخرج تو ہے ہی اب اسکی دیکھ بھال اور رائج کرنے کیلئے ایک مرکزی حکومت بھی ہے جس کا نام " قرن الشیطان" ہے۔

حدیث میں یہی تو بتایا گیا کہ هناك الزلازل والفتن وبها يطلع قرن الشيطان حجاز میں عظمت، نجد میں ذلت کی وجہ سے نجدی حجازیوں کے حاسد بھی تھے۔ حسد

قبر کی زندگی

"قرن الشیطان" کے توحیدی اسکرین میں ایک رقص یہ بھی ہے کہ جب کوئی مرجاتا ہے اور اسکو دفن کر دیا جاتا ہے تو ایک دن وہ گندے انڈے کی طرح زمین میں فنا ہو جاتا ہے، اسکے باقیات کیڑے مکوڑے کی غذا میں تبدیل ہو جاتے ہیں، اس میں کسی کی تخصیص نہیں ہے۔ مرنے والا کافر ہو یا مسلمان، صوفی ہو یا ولی، غوث ہو یا قطب، صحابی ہو یا تابعی، یہاں تک کہ نبی ہو یا رسول۔ حالانکہ معاملہ ایسا نہیں برزخی زندگی میں بھی مراتب کے لحاظ سے درجات جدا ہیں۔

بعض عذاب میں مبتلا ہیں بعض پر نوازشات کی بارش ہو رہی ہے۔ بعض کے اجسام بھی سلامت ہیں، بعض تو یہاں سے رخصت ہونے کے بعد بھی عبادت کر رہے ہیں، ان لوگوں نے تو انبیاء کرام کی زندگی کا بھی انکار کیا ہے جبکہ اسلامی عقیدہ ایسا نہیں ہے۔

جو عذاب الٰہی میں مبتلا ہیں (والعیاذ باللہ تعالیٰ) پوری طرح فنا نہیں ہوتے ہیں۔ جسم کے جوہری مادہ کو اللہ تعالیٰ باقی رکھتا ہے، روح سے اسکا تعلق بھی کچھ یوں رہتا ہے کہ عذاب قبر میں جسم اور روح کو برابر کی تکلیف ہوتی ہے اور معذب شخص اسی طرح درد کا احساس کرتا ہے جس طرح اس دنیا میں کرتا تھا بلکہ اس سے بھی وہاں کا رنج والم زائد ہی ہے۔

عن قتادة عن انس ابن مالک انه حدثهم ان رسول الله ﷺ قال ان العبد اذا وضع فی قبره وتولیٰ عنه اصحابه انه یسمع قرع نعالهم اتاه ملکان فیقعدانه فیقولان ما کنت تقول فی هٰذا الرجل لمحمد فاما المؤمن فیقول اشهد انه عبداللّٰه ورسوله فیقال له انظر الیٰ مقعدک من النار قد ابدلک الله به من الجنة فیراهما جمیعاً قال قتادة وذکر لنا انه یفسح لهٗ قبره

ثم رجع الیٰ حدیث انس قال واما المنافق او الکافر فیقال له ما کنت تقول فی هٰذا الرجل فیقول لا ادری کنت اقول ما یقول الناس فیقال لا دریت ولا تلیت ویضرب بمطارق من حدید ضربة فیصیح صیحة یسمعها من یلیه غیر الثقلین

(بخاری شریف ج/۱ص/۱۸۴۔۱۷۸/مسلم شریف ص/۳۸۶)

(ترجمه)

حضرت قتادہ سے روایت ہے وہ روایت کرتے ہیں حضرت انس ابن مالک سے انھوں نے ان لوگوں کو بتایا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا یقیناً بندہ جب قبر میں رکھا جائے اور اس کے ساتھی اس سے واپس ہوں تو وہ ان لوگوں کے جوتوں کی آواز سنتا ہے، اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں پھر اسکو بیٹھاتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں اس آدمی (حضور ﷺ) کے بارے میں تو کیا کہتا تھا؟ اگر وہ مؤمن ہے تو کہے گا کہ گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے بندے اور اسکے رسول ہیں۔ پھر اس سے کہا جائیگا۔ اپنا ٹھکانہ جہنم دیکھ۔ اللہ نے اسی (نبی) کے صدقے میں تیرا ٹھکانہ جنت سے بدل دیا۔ اس آدمی کو جنت اور جہنم دونوں دکھائے جائینگے۔ حضرت قتادہ نے فرمایا کہ انھوں نے یہ بھی بتایا کہ اسکے لئے اسکی قبر کو کشادہ کر دیا جائیگا پھر وہ حضرت انس والی حدیث کی طرف لوٹ آئے۔ انھوں نے فرمایا.......... لیکن جو منافق یا کافر ہے اس سے کہا جائیگا تو اس آدمی کو کیا کہتا تھا؟ تو یہ کہیگا مجھے معلوم نہیں۔ میں تو وہی کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے۔ تو کہا جائیگا۔ تجھے معلوم نہیں؟ تو نے پڑھا نہیں؟ پھر اس کو لوہے کے ہتھوڑے سے مارا جائیگا ایسی مار کہ یہ چلائے گا۔ اس کی آواز جن اور انسان کے علاوہ آس پاس کے سب سنیں گے۔

هدایت

اس حدیث پاک میں بتایا گیا کہ مردہ دفن کر کے واپس جانے والوں کے جوتوں کی آواز بھی سنتا ہے، تو یقیناً مردہ اذان کی آواز بھی ضرور سنتا ہے جو اسکی قبر کے پاس دی

جاتی ہے کہ جوتوں کی آواز تو دور سے آتی ہے جبکہ اذان کہنے والا قریب ہوتا ہے۔اور اذان میں " اشهد ان محمداً عبده ورسولهٗ " کے مبارک کلمات بھی موجود ہیں اور قبر کا اہم سوال اسی جواب سے متعلق ہے۔لہٰذا اذان اس مردہ کیلئے تلقین بھی ہے اور اسکا سننا فرشتوں کے پہونچنے سے پہلے کی بات ہے، تو پھر کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ فرشتون نے روح کو لوٹا دیا تھا۔

دونوں فرشتے اس مردے کو بیٹھائیں گے اور پھر سوال وہی ہے کہ زندہ کو بٹھایا جاتا ہے نہ کہ مردہ کو۔ بہر حال اس سے تو صاف ظاہر ہے کہ نجدی مذہب نے مردہ کا جو تصور عوام کو دیا ہے وہ اسلام کے خلاف ہے سوال ہوگا تو اس نورانی آدمی کو کیا کہتا تھا؟ اپنی طرح بشر کہتا تھا یا اللہ کا برگزیدہ بندہ اور اسکا مقدس رسول کہتا تھا؟ صحیح جواب پر فرشتے کہیں گے دیکھ تیرا ٹھکانہ جہنم تھا، اسی نورانی چہرے کی وجہ سے اللہ نے تجھے جنت دے دی۔اسکی قبر میں کافی وسعت ہوگی۔انٹرویو میں کامیاب امیدوار کا یہ انعام تھا۔

ناکام امیدواروں میں دو کا تذکرہ آیا۔ایک منافق دوسرا کافر۔کافر وہ لوگ ہیں جو صاف اسلام کا انکار کریں جیسے ہنود۔

منافق وہ لوگ ہیں جو اپنے کو مسلمان کہیں اور اسلام کیخلاف عقیدہ رکھیں ۔جیسے قرن الشیطان

لوہے کے ہتھوڑے سے یہ لوگ کوٹے جائیں گے گدھے کی طرح چیخیں گے، ان کے قرب وجوار کے سب سنیں گے سوائے جن وانسان کے۔

معلوم ہوا کہ مردہ سنتا ہے، مردہ سوال کا جواب دیتا ہے، مردہ چلاتا بھی ہے لیکن جن وانسان کی سماعت میں وہ طاقت نہیں کہ اس کی آواز سن سکیں۔اسی کے ضمن میں عذاب قبر کا تحقق بھی ہو گیا۔اور نیک مردہ کیلئے قبر کی توسیع اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جو ذات محمد رسول اللہ ﷺ کا صدقہ ہے۔

اگر کوئی ناسمجھ یہ کہے کہ جس طرح اس کی آواز ہم نہیں سنتے ہیں اسی طرح ہماری آواز وہ نہیں سنتے ہیں تو یہ اس کی نادانی ہوگی۔حدیث تو یہ ہے۔

عن صالح قال حدثنی نافع ان ابن عمر اخبره قال اطلع النبی ﷺ علیٰ اهل القلیب فقال هل وجدتم ما وعد ربکم حقاً فقیل له تدعو امواتاً قال ما انتم باسمع منهم ولکن لا یجیبون

(بخاری شریف ج۱ص۱۸۳۔ مسلم شریف ج۲ص۳۸۷)

(ترجمہ)

حضرت صالح سے روایت ہے فرماتے ہیں مجھ سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی انھوں نے فرمایا۔نبی کریم ﷺ اہل قلیب کے پاس تشریف لے گئے تو آپ نے فرمایا تمہارے رب نے جو تم سے وعدہ کیا تھا کیا تم نے اسکو پایا؟ آپ سے پوچھا گیا۔حضور مردوں کو مخاطب فرمارہے ہیں؟ اللہ کے رسول نے جواب دیا،۔تم لوگ ان لوگوں سے زیادہ سننے والے نہیں ہو۔لیکن وہ جواب نہیں دیتے ہیں۔

ہدایت

قلیب میدان بدر میں ایک کنواں کا نام تھا جس میں رؤساء قریش کی لاشیں ڈالی گئیں تھیں۔یہ سب جنگ بدر میں قتل کئے گئے تھے یہ لوگ مکہ سے اس ارادہ کے ساتھ گئے تھے کہ مدینہ میں اسلام کو ختم کر دینگے نتیجہ امید کے برخلاف برآمد ہوا۔ نہتے مسلمانوں کے سامنے انکی شکست ہوئی، ابوجہل اور اسکے ہمنوا واصل جہنم ہوئے میدان بدر سے صحابہ نے ان کی گندی لاشوں کو اٹھا کر اسی کنویں میں ڈال دیا تھا، آج اللہ کے رسول ﷺ انکو طنز فرمارہے تھے کہ اے کافرو! میرے رب نے اپنے فرشتوں سے مجھ سے مدد کا وعدہ فرمایا تھا وہ مدد ملی ۔فرشتے جنگ بدر میں شریک رہے تمہارے رب یعنی بتوں نے تم سے اگر کوئی وعدہ کیا تھا تو تمہیں وہ ملا یا نہیں؟ اور ظاہر ہے کہ نہ ان کا وعدہ تھا نہ مدد ملی اور نہ اس پر وہ قادر ہیں۔تم قتل ہوئے عذاب قبر کا ابھی سامنا ہے۔عذاب نار کی یہ ابتدا ہے۔اصل عذاب جہنم میں ہے۔جہاں تم پہونچنے والے ہو۔

............اس کے علاوہ درجنوں ایسی حدیثیں ہیں جن میں مختلف عذابوں کا بھی تذکرہ ہے۔

بعض جسموں کا بسلامت رہنا

میں نے عرض کیا تھا کہ بعض اجسام قبر میں بھی صحیح وسالم رہتے ہیں۔ اس بارے میں بھی حدیثیں کافی ہیں لیکن یہاں صرف ان روایات کو پیش کروں گا جو مشاہدات سے گزر چکی ہوں۔

لما سقط علیھم الحائط فی زمان الولید بن عبدالملک اخذوافی بنائہ فبدت لھم قدم ففزعوا وظنوا انھا قدم النبی ﷺ فما وجدوا احداً یعلم ذالک حتیٰ قال لھم عروۃ لاواللہ ما ھی قدم النبی ﷺ ماھی الاّ قدم عمر

(بخاری شریف ج ۱/ص ۱۸۳)

(ترجمہ)

ولید ابن عبدالملک کے زمانے میں جب ان پر دیوار گر پڑی لوگ اس کو بنانے لگے، تو ایک قدم ظاہر ہو گیا لوگ گھبرا گئے گمان تھا کہ یہ تو نبی کریم ﷺ کا مبارک قدم ہے یہ لوگ کسی ایسے آدمی کو تلاش نہ کر پائے جو اس کو جانتا ہو۔ یہاں تک کہ حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو بتایا کہ نبی کریم ﷺ کا یہ قدم نہیں ہے یہ تو فاروق اعظم ہی کا قدم ہے۔

ہدایت

مسجد نبوی شریف کی تعمیر ہو رہی تھی، بنیادوں کی کھدائی ہو رہی تھی، کہ دیوار گر چکی تھی اچانک ایک قدم ظاہر ہوا۔ یہ زمانہ ولید ابن عبدالملک کا تھا، شیخین کی صحبت کے کم ہی لوگ رہ گئے تھے، حضرت عروہ ہی تھے جنہوں نے قدم صحبت ناز کو پہچانا تھا۔

جسم کے سکڑنے اور یا اسکی سوجن سے چہرہ بھی پہچاننا دشوار ہو جاتا ہے، اور یہاں تو قدم کو بھی پہچان لیا گیا اور وہ بھی ساٹھ سال سے زیادہ کا طویل زمانہ گزر جانے کے بعد پھر کوئی اگر اسلام کی عداوت میں یہ کہے کہ یہاں تو صرف قدم نظر آیا تھا، جسم کی خبر نہیں ملی تو اس کی تسلی کے لئے اس حدیث مبارک کا مطالعہ بڑا مفید رہے گا۔

عن جابر قال لما حضر احد دعانی ابی من اللیل فقال ما ارانی الا مقتولاً فی اول من یقتل من اصحاب النبی ﷺ وانی لا اترک بعدی اعز علیٰ منک غیر نفس رسول اللہ ﷺ وان علیّ دَیناً فاقض واستوص باخواتک خیراً فاصبحنا فکان اول قتیل ودفنت معہ آخر فی قبرہ ثم لم تطب نفسی ان اترکہ مع آخر فاستخرجتہ بعد ستۃ اشہر فاذا ھو کیوم وضعتہ ھنیۃ غیر اُذنہٖ (بخاری شریف ج ۱/ص ۱۸۰)

(ترجمہ)

یہ حدیث حضرت جابر سے مروی ہے آپ نے فرمایا جب احد کا وقت قریب آیا، میرے باپ نے رات کو مجھے بلایا۔ پھر فرمانے لگے میں دیکھ رہا ہوں کہ سب سے پہلے شہداء میں میں ہوں۔ نبی کریم ﷺ کے اصحاب میں سے اللہ کے رسول ﷺ کی ذات پاک کے بعد تم سے زیادہ عزیز میں کسی کو نہیں چھوڑ رہا ہوں، اور مجھ پر دین ہے ادا کر دینا تمہاری بہنوں کے بارے میں بھلائی کی وصیت قبول کرو، پھر صبح پہلے مقتول میں وہی تھے۔ ان کے ساتھ انکی قبر میں میں نے ایک اور آدمی کو دفن کیا پھر میرے نفس نے اسے پسند نہ کیا کہ میں ان کو دوسروں کیساتھ رکھوں تو میں نے چھ مہینے کے بعد پھر انکو نکال لیا، تو وہ ایسے ملے جیسا کہ میں نے آج ہی انکو رکھا تھا۔ صرف ان کے کان میں معمولی سا مٹی کا اثر تھا۔

ہدایت

یہ جسد پاک حضرت عبداللہ کا تھا۔ جنگ احد کا واقعہ ہے ستر مسلمان اس میں شہید ہوئے تھے، ایک ایک قبر میں دو دو لاشیں بلکہ کسی میں اس سے بھی زائد جسد پاک موجود تھے حضرت عبداللہ جانتے تھے کہ رات گزرتے ہی جنگ شروع ہو جائیگی اور پہلے مین شہید ہو جاؤں گا۔ بلکہ حضرت عبداللہ نے تو یہاں تک فرمایا کہ میں اپنے کو شہید دیکھ رہا ہوں، اسلئے تو حضرت جابر کو وصیت کر رہے ہیں کہ میرا قرض ادا کر دینا، اپنی بہنوں کا خیال رکھنا اور یہ سمجھنا

کہ اس دنیا میں سب سے زیادہ محبوب مجھے اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔ پھر تم ہو۔

اس جملہ میں یہ اشارہ بھی موجود ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ پر کوئی حملہ ہوتے دیکھو تو اپنے کو ڈھال بنالینا اور انکی حفاظت پر اپنی پیاری سی جان بھی قربان کر دینا۔ بہر حال جنگ شروع ہوئی حضرت عبداللہ پہلے شہید ہوئے، جنگ کے بعد جب لاشوں کی تدفین کی باری آئی تو حضرت عبداللہ کے ساتھ ایک اور صحابی کو رکھا گیا لیکن میں تو چاہتا تھا کہ میرے والد کو جدا رکھا جائے۔ اسی میں چھ مہینے گزر گئے۔ میں نے اس کے بعد اسی مبارک لاش کو نکالا تو وہ ایسی ملی جیسا کہ میں نے آج ہی اسکو رکھا ہے۔ ایک دم لاش تازہ تھی خون بھی نہیں جما تھا ۔صرف ایک کان میں مٹی کا معمولی اثر تھا۔

اس مبارک حدیث کے بعد بھی اگر کوئی کہے کہ سب لاشیں سڑ جاتی ہیں۔ گل جاتی ہیں۔ کیڑے مکوڑے کی غذا بن جاتی ہیں تو وہ اہل حدیث نہیں بلکہ دشمن دین اور دشمن حدیث ہی ہوسکتا ہے۔

اب باقی یہ رہا کہ میں نے کہا تھا کہ بعض حضرات تو اس زمانے سے گزرنے کے بعد بھی عبادت کرتے ہیں تطویل سے اجتناب کرتے ہوئے صرف ایک حدیث پر اکتفا کر رہا ہوں۔

عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ لقد رأيتنى فى الحجر وقريش تسألنى عن مسرائى فسألتنى عن اشياء من بيت المقدس لم اثبتها فكربت كربة ما كربت مثله قط قال فرفعه الله لى انظر اليه ما يسألونى عن شئى الا انبأتهم به وقد رأيتنى فى جماعةٍ من الانبياء فاذا موسىٰ عليه السلام قائم يصلى فاذا رجل جعد كانه من رجال سنؤة وعيسىٰ ابن مريم عليه السلام قائم يصلى اقرب الناس به شبهاً عروة ابن مسعود الثقفى واذا ابراهيم عليه السلام قائم يصلى اشبه الناس بهٖ صاحبكم يعنى نفسهٗ ﷺ فحانت الصلوٰة فاممتُهم فلما فرغت من الصلوٰة قال قائل يا محمد هٰذا مالك صاحب النار فسلم عليه فالتفت اليه فبدأنى بالسّلام

(مسلم شریف ج ۱/ص ۹۶)

(ترجمہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا میں ایک پتھر پر تھا، قریش مجھ سے میرے سفر کے بارے میں پوچھ رہے تھے۔ مجھ سے بیت المقدس کی بہت سی چیزوں کے بارے میں سوال کئے جو میرے سامنے نہیں تھیں ۔میں بڑا پریشان ہوا ایسا کبھی نہیں ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے اسکو اٹھالیا میں دیکھ رہا تھا جو بھی قریش مجھ سے پوچھتے تھے میں ان کو وہ بتادیتا تھا۔ میں نے انبیاء کے درمیان بھی اپنے کو پایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کھڑے تھے، نماز ادا کر رہے تھے، گھنگھریالے بال والے سنوۃ کے لوگوں کی طرح تھے۔ حضرت عیسیٰ ابن مریم کھڑے نماز ادا کر رہے تھے انکی شبیہ عروہ ابن مسعود سے ملتی ہوئی تھی۔ حضرت ابراہیم کھڑے نماز ادا کر رہے تھے۔ تمہارے سردار سے انکی مشابہت ملتی تھی۔

حضور ﷺ نے اپنے کو مراد لیا۔ پھر نماز کا وقت ہوگیا میں نے انکی امامت کی جب میں نے نماز سے فراغت پائی، ایک کہنے والے نے کہا۔ اے محمد (ﷺ) ! یہ جہنم کا داروغہ ہے اس کو سلام کیجئے، میں انکی طرف متوجہ ہوا تو انھوں نے ہی مجھے سلام میں پہل کی۔

هدایت

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب معراج کو تشریف لے گئے تو پہلی منزل میں بیت المقدس تھا۔ یہودی جسے آج یروشلم کہتے ہیں۔ نصاریٰ کی زبان میں اسی کا نام ایلیاء تھا۔ آپ نے قریش کے سامنے معراج کو بیان فرمایا۔ کفار طنز کرنے لگے دیکھو ایک رات میں یہ کہاں سے کہاں تک پہونچ گئے؟ کہتے ہیں ملاؤں کے آگے آسمان کو عبور کر کے عرش و کرسی کو بھی پیچھے چھوڑ گئے تھے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا ہے جبکہ ایمان والوں نے اس کی تصدیق کی کفار (معاذ اللہ) تکذیب کر رہے تھے۔ آپس میں مشورہ ہوا کہ بیت المقدس تو ابھی انھوں نے

دیکھا تک نہیں ہے۔ چلو اسی کے بارے میں کچھ سوالات کرتے ہیں اور یقیناً حضور ﷺ نے معراج کی رات مسجد اقصیٰ میں امامت فرمائی، لیکن سوالات مسجد اقصیٰ کے بارے میں نہیں بلکہ پورے شہر کے بارے میں تھے نگاہوں سے بیت المقدس اوجھل تھا، اسکے بارے میں بتانا علم غیب تھا۔ اللہ تعالیٰ نے وہ عطا فرمادیا، اس طرح کہ سمیٹ کر بیت المقدس کو سامنے کر دیا ۔ اللہ کے نبی ملاحظہ فرمارہے تھے اور کافروں کے سوالات کے جواب دے رہے تھے، حق تو یہ تھا کہ کفار ایمان لاتے لیکن یہ نصیب میں نہیں تھا، کفر پر اور جری ہو گئے ۔ آپ پر جادوگر ہونے کا الزام لگانے لگے جیسا کہ قرن الشیطان ان احادیث کو دیکھنے کے بعد کہتے ہیں کہ یہ تو علم غیب نہ ہوا جب اللہ نے بیت المقدس کو ان کے سامنے کر دیا تو آپ نے دیکھ کر سب کچھ بتا یا، لہٰذا یہ علم شہادت ہے نہ کہ علم غیب۔ علم غیب تو صرف اللہ کو ہے۔

ان نادانوں کے نصیب میں بھی ایمان نہیں ہے کہ حضور نے ان کے بارے میں فرمادیا ہے کہ یہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے پار ہو جاتا ہے پھر یہ لوگ دین میں لوٹ کر نہیں آئینگے۔

اگر دیکھ کر بتانا علم غیب نہیں ہے تو ان نادانوں سے کہو بتاؤ دنیا و آخرت کا کونسا ذرہ ایسا ہے جو اللہ تعالیٰ کی نظر سے اوجھل ہے؟ جواب "نہیں" میں ملے گا اس لئے کہ وہ تو دلوں کے ارادے کو بھی دیکھتا ہے بلکہ ان چیزوں کو بھی دیکھتا ہے جو معدوم ہیں ۔ جب ساری چیزوں کو وہ دیکھتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کو بھی علم غیب نہیں ہوا (والعیاذ باللّٰہ) کہ دیکھی ہوئی چیزوں کے بارے میں بتانا تو قرن الشیطان کے نزدیک علم غیب نہیں ہے۔

اسلئے تو علماء نے علم غیب کی دو قسمیں کی ہیں۔ ایک ذاتی اور ایک عطائی۔ اللہ تعالیٰ کو ہر ایک شئی کا علم اتم ہے۔ یہ اس ذات واجب الوجود کا علم غیب ذاتی ہے۔ اور ہمارے نبی کو ہر شئی کا علم ہے یہ علم غیب اللہ تعالیٰ کی عطا ہے جیسا کہ بیت المقدس کو اللہ نے اپنے نبی کے سامنے حاضر کر دیا جو مکہ والوں کی نظر سے غائب ہے اس کی تفصیل انھیں مل رہی ہے اس سے صاف ظاہر ہوا کہ بتانے والے کا دیکھنا علم غیب کی نفی نہیں ہے۔

بات کچھ آگے بڑھ گئی حالانکہ بیان یہ نہیں تھا یہاں تو یہ دیکھنا ہے کہ بعض حضرات ایسے ہیں کہ اس دنیا سے گزرنے کے بعد بھی عبادت کرتے ہیں جیسے کہ اس حدیث پاک میں تمہارے نبی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نماز پڑھتے دیکھا۔ پھر قرن الشیطان کا کہنا ہے کہ ہر ایک مرنے والا مٹی میں مل جاتا ہے کیسے درست مانا جائے، تعجب تو یہ ہوتا ہے کہ یہی لوگ اپنے کو اہل حدیث کہتے ہیں۔

سال رواں کی بات ہے سیریہ کی سرزمین ہے دو سال پہلے یہاں انھیں لوگوں نے جنگ شروع کی تھی اس مدت میں دو لاکھ سے زیادہ مسلمانوں کا خون بہہ چکا ہے۔ یہاں قرن الشیطان کا نام "فری سیرین" ہے متعدد مسجدوں کو یہ لوگ تباہ کر چکے ہیں جیسا کہ اموی مسجد ایک مثال ہے۔ وجہ صرف یہ تھی کہ ان مسجدوں میں اللہ کی عبادت کے بعد پیارے نبی پر سلام پڑھا جاتا تھا، ان لوگوں کی تباہکاریاں جاری تھیں ۔ ریڈیو کے ذریعے خبریں مل رہی تھیں ۔ ٹی وی پر لوگ دیکھ رہے تھے اچانک ایک منحوس خبر سے لوگ حیران ہو گئے ۔ ان لوگوں نے حضرت یاسر رضی اللہ عنہ کے روضہ میں آگ لگادی، توڑ پھوڑ کی ۔ یہ اسلام میں سب سے پہلے شہید ہیں لوگ پھر بھی ان کے مزار پر جاتے رہے، فاتحہ پڑھتے رہے۔

چند روز کے بعد ہی حضرت حجر ابن عدی کے روضے پر حملہ کیا، صرف توڑ پھوڑ ہی نہیں کی بلکہ قبر شریف کو کھود ڈالا، لاش بالکل اسی حالت میں تازہ ملی جیسا کہ ابھی ابھی دفن کر کے کوئی گیا ہو۔ جب ان لوگوں نے اسلام کی صداقت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا عقل ہوتی تو ایمان لاتے، لیکن اس پر تو پردہ پڑا تھا " ثم لا یعودون فیه " اس فرقہ کے بارے میں آچکا ہے۔ یہ عداوت اسلام ہی تھی کہ مبارک جسد پاک کو بھی قبر سے نکال لے گئے تاکہ لوگ دوبارہ مزار پر نہ آئیں ۔ انٹرنیٹ سے اس مبارک لاش کو مئی ۲۰۱۳ء کی سات تاریخ میں پوری دنیا میں دیکھا گیا جس سے مسلمانوں کے سر شرم سے جھک گئے کہ اسلام پر یہ بہت گہرا زخم تھا، مزید نمک پاشی یہ کی گئی کہ یہ تو کچھ نہیں کر سکتے ہیں اگر کچھ کر پاتے تو ہمیں روک لیتے ۔ اور اپنے مزار کو اور اپنے آپ کو ہم سے بچا لیتے۔

ان نادانوں کو یہ معلوم نہیں کہ یہ عالم اسباب ہے۔سنی مقابلہ میں آئے نہیں ورنہ تمہارا حال وہی ہوتا جو تمہارے پیش رو کا دجلہ کے کنارے مولیٰ علی نے کیا تھا۔بالفرض اگر تمہیں یہ نمک پاشی کا حق ہو تو ہندوستان میں ایل کے اڈوانی اور اشوک سنگھل کو زبان مل جائیگی کہ تمہارے رب نے ہمیں کیوں نہیں روکا اور ہم ۶ ردسمبر ۱۹۹۲ء کو بابری مسجد کو شہید کرنے میں کامیاب ہوگئے (والعیاذ باللہ) یہودی کہیں گے ہم سے بیت المقدس کو کیوں نہیں روکا آج ہم قابض ہیں جہاں اسلام کی تیسری بڑی عبادت گاہ مسجد اقصیٰ موجود ہے۔یہ عالم اسباب ہے اگر مسلمان دفع کیلئے باہر نکلتے تو یقیناً اللہ کی مدد ملتی لیکن وہ دھوکا کھا گئے۔بیت المقدس کو یہودیوں کے پاس جانے میں سعودیوں نے دھوکا دیا مسلمانوں نے ان پر اعتماد کرنے کی غلطی کی اور یہودی قابض ہونے میں کامیاب رہے جبکہ بابری مسجد کے سلسلے میں نرسمہا راؤ، اور کلیان سنگھ نے دھوکا دیا اور مسجد ٹوٹ گئی۔

انبیاء کو بھی اجل آنی ہے : فقط اتنی کہ صرف آنی ہے
پھر اس کے بعد انکی حیات : مثل سابق وہی جسمانی ہے

اب تک اس کالم میں آٹھ حوالوں سے پانچ حدیثیں آچکی ہیں ہر ایک حدیث سے ہماری عقیدت وابستہ ہے ان حدیثوں سے صاف ظاہر ہے کہ مردہ دیکھتا ہے، مردہ سنتا ہے، مردہ بولتا ہے، مردہ خوش ہوتا ہے۔بلکہ بعد وصال کتنوں کی لاشیں بھی سلامت رہتی ہیں، کتنے عبادت کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ مسلمان بھی ان حضرات سے ملتے رہتے ہیں بعد وصال انکی قبروں کی زیارت بھی کرتے ہیں، لیکن دنیا میں "قرن الشیطان" ایک ایسی جماعت ہے جس کو اللہ والوں سے نفرت ہے چاہے یہ لوگ دنیوی زندگی میں ہوں یا پھر برزخی زندگی میں ہوں۔یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ زیارت قبور کے سخت ترین مخالف ہیں اور اس مخالفت میں قرآن سے ان آیتوں کو لاتے ہیں جو بتوں کی پرستش کے خلاف ہیں مسلمانوں کو اللہ والوں سے دور کرنے کے لئے انھیں صحاح ستہ میں حدیث بھی مل جاتی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ایک بار زیارت قبر سے منع فرمایا اس مبارک حدیث کو ہر جگہ ہر وقت استعمال میں لاتے ہیں۔نہ عواقب کی فکر ہے نہ پس منظر پر نظر ہے۔

پیارے مسلمانو ! ہمارے نبی ﷺ نے مکہ سے ہجرت فرمائی تھی مدینہ تشریف لے گئے تھے۔یہاں یہودیوں کی اکثریت تھی، یہاں سے کچھ دور آگے شامی علاقہ پر نصاریٰ کا قبضہ تھا، ان دونوں فرقوں کی شرارت مسلمانوں سے مخفی نہیں ہے۔ان لوگوں میں ہزاروں برائیوں میں سے ایک یہ بھی تھی جو ان میں کا نیک ہوتا تھا یہ لوگ بعد انتقال جب اس نیک آدمی کو دفن کرتے تو اس کی قبر پر عبادت خانہ بنا دیتے، پھر اس عبادت خانہ میں اس کی تصویر بھی آویزاں کر دیتے تھے۔نیک انسان کی محبت تصویر کی طرف منتقل ہو جاتی تھی رفتہ رفتہ اسی تصویر کی پوجا شروع ہو جاتی تھی۔شرک تو ظلم عظیم ہے، مسلمان اس کو کیسے برداشت کرتے جبکہ مدینہ میں اسلام کی تبلیغ ہو رہی تھی۔یہود و نصاریٰ بھی دامن اسلام سے وابستہ ہو رہے تھے ۔اللہ کے نبی ﷺ نے انھیں وجوہات کی بنیاد پر زیارت قبر سے منع فرمایا تھا کہ یہ لوگ نیک آدمی کے انتقال کے بعد اس کی قبر کے ساتھ پھر وہی معاملات نہ کریں۔زیارت ہی سے منع فرمادیا۔اور جب اللہ کے نبی نے منع فرمادیا تو یہی شریعت بن گیا کہ اختیار مصطفیٰ کا نام ہی شریعت ہے۔

یہود و نصاریٰ کی ان شرارتوں کو بے نقاب کرنے کیلئے حضرت ام سلمہ و حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنھما کا یہ بیان ہمارے لئے کافی ہے جو انھوں نے حبشہ سے واپسی پر مدینہ طیبہ میں دیا تھا۔

عن عائشة قالت لما اشتكىٰ النبي ﷺ ذكر بعض نسائه كنيسة رأتها بارض الحبشة يقال لها مارية و كانت ام سلمة و ام حبيبة اتتا ارض الحبشة فذكرتا من حسنها وتصاوير فيها فرفع رأسه فقال اولئك اذا مات منهم الرجل الصالح بنو علىٰ قبره مسجداً ثم صوروا فيه تلك الصور و اولئك شرار الخلق عندالله

(بخاری شریف ج۱/ص۱۷۹)

(ترجمہ)

حضرت عائشہ سے یہ حدیث مروی ہے انھوں نے فرمایا کہ جب حضور نبی کریم ﷺ کی تکلیف کچھ بڑھ گئی تو آپ کی بعض ازواج مطہرات نے ایک گرجا گھر کا تذکرہ کیا جسے انھوں نے حبشہ میں دیکھا تھا اس گرجہ کا نام ماریہ تھا۔ حضرت ام سلمہ اور ام حبیبہ ملک حبشہ گئی تھیں، ان دونوں نے اس کی خوبصورتی بیان کی اور اس میں جو تصویریں رکھی تھیں اس کو بیان کیا۔ حضور ﷺ نے سر نبوت اٹھایا تو ارشاد فرمایا ان لوگوں کا جب کوئی نیک آدمی مرجاتا ہے تو وہ لوگ اس کی قبر پر مسجد بنالیتے ہیں، اور اس میں اس کی تصویر آویزاں کردیتے ہیں۔ یہ لوگ اللہ کے نزدیک مخلوق میں برے لوگ ہیں۔

ہدایت

اس میں نصاریٰ کا تذکرہ ہوا جو افریقی ملک حبشہ پر قابض تھے۔ نجاشی کی حکمرانی تھی، ان دونوں مقدس خاتون نے وہاں تبلیغ اسلام سے پہلے دیکھا تھا، ان کے گوشۂ ذہن میں بھی شاید یہ بات ہو کہ حضور ﷺ سے بڑھ کر عبادت گذار کون ہوگا ؟ اگر نیک لوگوں کی تصویر آویزاں کرنے میں ممانعت نہ ہوتو یہ حق سب سے پہلے ہمارے نبی کو پہونچنا چاہئے۔ اللہ کے نبی نے اسی پر پابندی عائد کردی کہ تصویر کی تعظیم سے بت پرستی کا دروازہ کھلتا ہے جو شریعت مطہرہ میں کسی طرح جائز نہیں۔

یہ باتیں تو بعد کی ہیں واضح تو ہوہی گیا کہ یہود و نصاریٰ میں کیسا رواج تھا اور مدینہ طیبہ میں دامن اسلام سے وابسطہ ہونے والوں میں اکثریت اوس وخزرج انصار کرام کی تھی جنکی ہم سائیگی و بود و باش اور معیشت و معاملات زیادہ تر یہودیوں کے ساتھ تھی اندیشہ تھا کہ کہیں ان سے سیکھ کر یہ لوگ بھی دینی معظمان کی قبروں کے ساتھ ویسا ہی سلوک نہ کرنے لگیں تو حضور ﷺ نے اولاً اسی لئے زیارت قبور سے بھی منع فرمادیا تھا کہ بت پرستی کی ابتداء یہیں سے ہوتی ہے۔ لہٰذا اس دروازہ کو ہی بند کردیا جائے کہ یہ لوگ نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے، اپنے مراسم شرک سے انہیں وہ نفرت نہیں تھی جو مہاجرین مکہ اور انصار کے چنندہ

حضرات میں پائی جاتی تھی۔ اسی کو آج دلیل بناکر ناعاقبت اندیش کچھ لوگ عوام کے سامنے پیش کرتے ہیں کہ دیکھو اللہ کے نبی نے تو زیارت قبور سے منع فرمایا ہے، یہ مسلمان کیسے ہیں جو آج بھی اپنوں کی قبروں کے پاس یا اللہ والوں کی قبروں کے پاس حاضری دیتے ہیں۔ بار باران لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ یہ منع دائمی نہیں بلکہ مذکورہ عوارض کی وجہ سے تھا، لیکن انھیں خموش کون کرے جبکہ منع کرنے والے نبی نے خود ارشاد فرمایا............**عن بریدۃ قال قال رسول اللہ ﷺ کنت نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها**

(مسلم شریف ج ۱/ص ۳۱۴)

(ترجمہ)

حضرت بریدہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا اب ان کی زیارت کرو۔

ہدایت

دیکھو اللہ کے رسول نے خود اعلان کیا کہ زیارت قبور سے میں نے منع کیا تھا لیکن اب وہ ممانعت نہیں ہے۔ جب منع رہا، زیارت ناجائز رہی۔ جب اجازت مل گئی یہی نہیں بلکہ زیارت کا حکم صادر فرمایا تو جائز ہوگئی۔ جب چاہا ناجائز رکھا۔ جب چاہا تو جائز فرمایا، جائز ہی نہیں بلکہ اپنے غلاموں پر زیارت کا حکم نافذ فرماتے۔ یہ شریعت میں اللہ کے رسول کا اختیار تھا

جب آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ایمان کی نفاست و پاکیزگی پوری طرح سے ان کے قلوب میں رچ بس گئی ہے تو اب ممانعت کی حاجت نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان اس کے بعد ہمیشہ زیارت قبور کرتے رہے۔ قرن الشیطان ہی ایک ایسا فرقہ آیا ہے جو اللہ والوں سے نفرت کرتا ہے اور زیارت سے روکتا ہے۔ جب ناکام رہا تو مزارات ہی کو منہدم کرنا کار ثواب تصور کرتا ہے اس پر مزید تماشہ یہ کہ اپنے کو اہل حدیث کہلانا پسند کرتا ہے۔ آج جو مسلمان قبر کی زیارت کرتا ہے تو فرمان مصطفے ﷺ کے حکم کے مطابق ہی تو ہے۔ ان کے لئے تو یہ حکم ہی کافی تھا

پھر بھی قربان جائیے اس نبی کی پیاری پیاری اداؤں پر کہ آپ نے خود اس پر عمل پیرا ہو کر رہتی دنیا تک اس زیارت کو اپنی مبارک و مسعود سنتوں میں داخل فرمالیا۔ معلوم ہوا کہ زیارت قبور حکم نبی کے مطابق ہے بلاشبہ مسنون ہے، یہی نہیں بلکہ رب کا حکم بھی یہی ہے۔ دیکھئے حدیث...

عن عائشة قالت لما كانت ليلتى التى كان النبى ﷺ فيها عندى القلب فوضع رداءهٗ وخلع نعليه فوضعهما عند رجليه وبسط طرف ازاره علىٰ فراشه فاضطجع فلم يلبث الارأيت ماظن ان قد رقدت فاخذ ردائه رويدا وانتعل رويدا وفتح الباب رويدافخرج ثم اجافه رويدا فجعلت درعى فى راسى واختمرت وتقنعت ازارى ثم انطلقت علىٰ اثره حتىٰ جاء البقيع فقام فاطال القيام ثم رفع يديه ثلث مرات ثم انحرف فانحرفت فاسرع فاسرعت فهرول فهرولت فاحضر فاحضرت فسبقته فدخلت فليس الا ان اضطجعت فدخل فقال مالک يا عائش ! حشيا رابية قالت قلت لا شئى قال لتخبرينى او ليخبرنى اللطيف الخبر قالت قلت يا رسول الله بابى انت وامى فاخبرته قال فانت سواد الذى رأيت امامى قلت نعم فلهدنى فى صدرى لهدة اوجعتنى قال اظننت ان يحيف الله عليک ورسوله قالت مهما يكتم الناس يعلمه الله نعم قال فان جبريل عليه السلام اتانى حين رأيت فنادانى فاخفاه منک فاجبته فاخفيته منک ولم يكن يدخل عليک وقد وضعت ثيابک وظننت انّ قد رقدت فكرهت ان اوقظک وخشيت ان تستوحشى فقال ان ربک يامرک ان تاتى اهل البقيع فتستغفر لهم

(مسلم شریف ج ۱/ص ۳۱۴)

(ترجمہ)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں جب وہ رات آئی جب نبی کریم ﷺ میرے پاس ہوتے تھے، آپ تشریف لائے تو رداء مبارک رکھی، نعلین اتارے اور پائے پاک کے پاس رکھدئے۔ ازار مبارک کے کنارے کو اپنے فرش پر پھیلا دیا اور استراحت فرمانے لگے، کچھ ہی دیر رکے تھے۔ میرے سونے کا آپ کو احساس ہوا، جلدی سے رداء مبارک لی جلدی سے نعلین پہنیں۔ جلدی سے دروازہ کھولا۔ دروازہ کھولتے ہی باہر نکل گئے۔ تو میں نے اپنا پیرہن پہنا، چہرہ چھپایا، ازار باندھا پھر آپ کے نقش قدم پر چل پڑی، یہاں تک کہ جنت البقیع میں آپ رونق افروز ہوئے، کھڑے ہو گئے۔ دیر تک قیام فرمایا پھر تین بار دست نبوت اٹھائے، پھر واپس ہوئے۔ میں بھی واپس ہوئی۔ آپ تیز چلنے لگے میں بھی تیز چلنے لگی۔ حضور اور تیز ہوئے میں بھی اور تیز ہو گئی۔ آپ تشریف لائے میں بھی آ چکی تھی میں پہلے آئی اور میں داخل ہوتے ہی لیٹ گئی۔ آپ بھی داخل ہو گئے۔ فرمایا۔ اے عائش۔ کیا بات ہے؟ شک ہے کیا؟ میں نے کہا۔ کوئی بات نہیں۔ فرمایا تم مجھے بتادو، ورنہ اللہ تعالیٰ بتادیگا۔ میں نے کہا۔ اے اللہ کے رسول میرے ماں باپ آپ پر قربان اور میں نے ساری باتیں بتادیں۔ آپ نے فرمایا تم وہی سایہ ہو جس کو میں نے اپنے سامنے دیکھا تھا۔ میں نے کہا، ہاں۔ آپ نے اپنے دست نبوت سے میرے سینے میں ایسا ٹھونکا دیا جس سے درد ہوا۔ ارشاد فرمایا۔ کیا تم کو گمان ہے کہ اللہ اور اس کے رسول تم پر کوئی زیادتی کریں گے؟ انھوں نے (اپنے جی میں) کہا کہ لوگ جو بھی بات (حضور سے) چھپائیں تو کیا اللہ حضور کو اس کی اطلاع دے دیگا؟ (پھر خود ہی کہا) ہاں۔

آپ نے ارشاد فرمایا۔ جب تو نے مجھے دیکھا تو میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے تھے۔ وہ توجہ کے طالب ہوئے تم سے انھوں نے وہ چھپایا۔ میں نے توجہ کی اسے تم سے چھپایا جبریل تمہارے پاس آئے نہیں کہ تم محنت کے اپنے کپڑے اتار چکی تھیں۔ مجھے لگا کہ تم سو چکی ہو، تمہیں جگانا اچھا نہیں لگا۔ تمہارے گھبرا جانے کا خطرہ تھا۔ جبریل نے کہا بے شک آپ کے رب نے آپ کو بقیع والوں کے پاس جانے کا حکم دیا ہے کہ آپ ان کے لئے دعائے مغفرت کریں۔

ھدایت

حضرت جبریل علیہ السلام آئے ۔رب کا حکم لائے ۔رب کے محبوب تک پیغام پہونچائے ۔نہایت ہی ادب کے ساتھ کاشانہ نبوت سے قریب تک گئے ۔فرشتے تھے آداب دربار سے واقف تھے ۔انھوں نے فیصلہ کیا یہ سدرۃ المنتہیٰ نہیں جہاں آنے جانے کی آزادی ہو۔ یہ تو شہنشاہ کون ومکان کا تخت شاہی ہے۔ پھر جان عفت حضرت عائشہ کا مقدس حجرہ ہے جسکا لحاظ رکھنا پیارے نبی کی رضا جوئی کا سبب ہے۔ وہ ابھی آرام کر رہی ہیں۔ دونوں میں راز دارانہ باتیں ہوئیں ۔اور اللہ کے رسول باہر تشریف لے گئے ۔رموز کیا رہے ہونگے حضرت عائشہ نا آشنا تھیں ۔جبریل امین نے جو رب کا حکم پیش کیا یہی تھا کہ بقیع والوں کے پاس چلیں۔ بقیع تو مدینہ کا قبرستان ہے۔ وہاں تو مردے دفن کیئے گئے ہیں۔ بقیع والوں کے پاس جانے کا کیا مطلب صاف ظاہر ہے کہ "قرن الشیطان" نے جو مردوں کا تصور دیا ہے وہ غلط ہے۔ یہ بھی صاف ظاہر ہوا کہ زیارت قبور رب کا حکم ہے۔ نبی کا طریقہ ہے۔ اور اس کے لئے پیارے نبی کا حکم بھی ہے۔ اسکے باوجود اگر کوئی اس زیارت کو روکنے کی کوشش کرے تو اسے اسلام کا دشمن ہی تو کہا جائے گا؟ ایسے لوگوں کو شرم آنی چاہئے کہ اپنے کو اہل حدیث اور اہل قرآن کہلائیں۔ حجاج کرام آج بھی باخبر ہیں آج بھی ان لوگوں کی تبلیغ ہوتی ہے۔

حاجیو ! مدینہ کا اگر ارادہ ہے قرب نبی پہونچنے کی نیت سے یا زیارت روضۂ پاک کی نیت سے وہاں کا سفر جائز نہیں ہے۔ (والعیاذ باللہ تعالیٰ) اگر مسجد نبوی شریف تک پہونچ گئے تو روضۂ پاک کے قریب نہ جاؤ۔ روضہ کے پاس کھڑے نہ ہو۔ وہاں ہاتھ اٹھا کر دعا نہ مانگو بلکہ ان معمولات کی وجہ سے جوار رحمت میں کتنے مارے پیٹے جاتے ہیں۔ کتنوں کو دھکے دئے جاتے ہیں۔ کتنوں پر لاٹھیاں برسائی جاتی ہیں جبکہ تمہارے نبی کو تو ان کے رب نے بقیع والوں کے پاس جانے کا حکم دیا۔ ایک طرف نبی کا معمول تو یہ رہا کہ قبر والوں کی نیت سے بقیع پہونچکر غلاموں کی حاجت روائی فرما رہے ہیں۔ قبر کے پاس بیٹھے نہیں بلکہ کھڑے رہے۔ اور وہ بھی دیر تک کھڑے رہے۔ حضرت عائشہ نے تو یہ بھی فرمایا کہ تین بار دست نبوت کو اٹھا کر دعا بھی مانگتے رہے۔ لیکن آج امتی اگر نبی کے روضہ کی نیت سے مدینہ جانا چاہے تو شرک کا حکم ۔قربت کی نیت کرے تو شرک۔ اس کی طرف رخ کرے تو شرک۔ اس کے پاس کھڑا ہو جائے تو شرک۔ ہاتھ اٹھائے تو شرک۔ وہاں دعا مانگے تو شرک۔

افسوس....... مسلمانو ! کیا یہی انصاف ہے تمہاری فراست کہاں ہے تمہاری عقل پر پردہ کیسا ہے؟ نبی کو بعد دفن اپنے غلاموں کے پاس پہونچ کر ان کے لئے دعائے مغفرت مانگ رہا ہے جو ایک مسلمان کی آخری تمنا ہے یہی فعل اگر غلام کرے تو اس پر شرک کا فتویٰ ۔لعنت ہو ایسے لوگوں کے انصاف پر۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اہل بقیع کیلئے دعائے مغفرت مطلوب تھی تو کاشانہ نبوت پر ہی مانگ لیتے۔ مسجد نبوی میں مانگ لیتے ۔خانہ کعبہ میں مانگ لیتے؟ میرا ایمان کہتا ہے.......ادھر سے طلب ہوتی اُدھر سے مغفرت کی آمد ہوتی ۔لیکن بقیع میں نزول فرما کر آپ نے مسلمانوں کو پیغام دیا کہ قرن الشیطان کے دام فریب میں نہ آنا۔ میری پیاری پیاری سنتوں کو سینے میں محفوظ رکھنا۔ قبروں پر حاضری دینا ۔دیر تک قیام کرنا۔ ہاتھ اٹھا کر دعائیں مانگنا۔ خواہش ہو تو دوبارہ اٹھانا۔ ضرورت محسوس کرو تو تیسری بار بھی اٹھانا۔

جیسا کہ زیارت قبور مسلمانوں کے معمولات میں سے ہے اسی طرح خوش نصیب مسلمان اس پر پھول بھی ڈالتے ہیں۔ لیکن غلاظت کے پروردوں کو پھولوں کی خوشبو راس نہیں آتی ہے اور یہاں بھی سر پٹکنا شروع کر دیتے ہیں۔ محشر برپا کر دیتے ہیں۔ دیکھو ان لوگوں نے قبر پر پھول ڈال دیا۔ ان نادانوں کو کون بتائے کہ پھولوں کی خوشبو سے تمہیں نزلہ کیوں آیا؟ یہ فعل بھی تو مطابق حدیث ہے۔

عن ابن عباس قال مر النبی ﷺ بقبرین یعذبان فقال انهما لیعذبان ولا یعذبان فی کبیر اما احدهما فکان لا یستتر من البول واما الآخر فکان یمشی بالنمیمة ثم اخذ جریدة رطبة فشقها بنصفین ثم غرز فی کل قبر واحدة

(بخاری شریف ج ۱/ص ۱۸۲)

(ترجمہ)

حضرت ابن عباس سے حدیث مروی ہے فرمایا نبی کریم ﷺ کا دو قبروں کے پاس سے گزر ہوا دونوں پر عذاب ہو رہا تھا۔آپ نے ارشاد فرمایا دونوں پر عذاب ہو رہا ہے ۔دونوں پر عذاب کسی بڑے گناہ کی وجہ سے نہیں ہو رہا ہے۔ان میں ایک پیشاب سے پردہ نہیں کرتا تھا اور دوسرا چغل خوری کرتا تھا۔پھر آپ نے ایک تر شاخ کو لیا اس کے دو ٹکڑے کئے پھر ہر ایک قبر میں ایک ایک گاڑھ دیا۔

بخاری شریف کی اس حدیث میں کتنی صاف وضاحت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ قبروں کے حالات سے کس قدر باخبر ہیں ۔دیکھ رہے ہیں دونوں قبروں میں عذاب ہو رہا ہے، واقف ہیں دونوں کا عذاب کفر، شرک یا کسی اور عملی بڑے گناہ کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ دونوں میں سے ایک پیشاب سے نہیں بچتا تھا، جبکہ دوسرا چغلی کھاتا تھا۔یہ حدیث بھی مخالفین کی نظروں سے اوجھل رہی؟ اس لئے کہ یہاں تو اللہ کے رسول غیب کی خبر دے رہے ہیں جو نجدیت کے سینے پر دال دل رہی ہے، نجد میں زلزلہ لا رہی ہے۔

حدیث مبارک کے آخری الفاظ نے تو اس میں قہر الٰہی برپا کر رکھا ہے کہ اللہ کے رسول نے ایک تر شاخ کے دو ٹکڑے کئے، دونوں قبر میں ایک ایک گاڑھ دی۔وہاں پھول نہیں تھے تو شاخ کو ڈالا گیا۔آج اگر کوئی پھول ڈال رہا ہے تو کون سی خرابی ہے۔اگر پھولوں کی مہک سے نجدیوں کو چڑھ ہے تو شاخوں کو ہی رکھدیا کریں۔ہم تو اس کا بھی استقبال کریں گے لیکن یاد رکھیں کہ اس مبارک فعل سے انھیں قبر میں کوئی فائدہ پہونچنے والا نہیں ہے۔اس لئے کہ قبر میں ان لوگوں پر جو عذاب ہوگا وہ تو بارگاہ رسالت کی گستاخی کی وجہ سے ہوگا جو ہمیشہ ترقی کریگا اس میں تخفیف نہیں ہوگی۔**(والعیاذ باللّٰہ تعالیٰ)**

علم غیب

قرن الشیطان کے توحیدی عجائب گھر میں ایک مہیب ڈائناسور یہ بھی ہے کہ نبی کو پیٹھ پیچھے کی خبر نہیں۔وہ غیب کی خبریں کیا جانے۔**(والعیاذ باللّٰہ تعالیٰ)**

اس کتاب میں مندرج زیادہ تر حدیثوں سے علم غیب کا اظہار کچھ اس انداز سے ہو رہا ہے جیسا کہ نصف النہار میں بلا حائل سورج سے کرنیں۔

یہ مسئلہ تو کچھ اسی طرح ہے جیسا کہ کوئی کہے آگ گرم نہیں ہے۔برف ٹھنڈا نہیں ہے۔آسمان اونچا نہیں ہے۔زمین نیچی نہیں ہے۔اس لئے کہ نبی تو اسی کو کہا جاتا ہے جو غیب کی خبریں دے، لغت میں نبی کا معنیٰ یہی ہے۔جنت غائب ہے، نار غائب ہے، حور وغلمان غائب ہیں، اللہ تعالیٰ غائب ہے، فرشتے غائب ہیں، جنات غائب ہیں، ان سبھوں کی خبر تو ہمیں اللہ کے نبی نے دی، غیب پر ایمان لا کر ہم مسلمان کہلائے پھر بھی غیب پر ہی اعتراض، غیب کا ہی انکار، اور غیب کی وجہ سے ہی حکم کفر، یہ تمہاری عداوت نہیں تو اور کیا ہے؟

علم غیب پر متعدد آیت کریمہ بھی موجود، اس کے باوجود میں نے صرف دو حدیث کی دو کتابوں پر اس لئے اکتفا کیا کہ ہندوستان میں قرن الشیطان نے اپنا نام اہل حدیث رکھا ہے جبکہ حدیث پاک سے دور تک کا بھی ان کا کوئی رشتہ نہیں ہے۔پھر جب حدیث سے استدلال کیا جائے تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ صحاح ستہ سے دلیل لاؤ۔اس لئے میں نے صحاح ہی نہیں بلکہ ان میں کی اہم ترین دو کتابیں بخاری اور مسلم شریف ہی کا انتخاب کیا ہے تاکہ لوگوں پر پوری طرح واضح ہو کہ یہ لوگ اہل حدیث ہیں یا **اھل احداث الاسنان وسفھاء الاحلام** ۔حدیث دیکھئے........................

فلما رأنا فاحتبیٰ وجلس فقال کنا ننقل لبن المسجد لبنۃ لبنۃ وکان عمار ینقل لبنتین لبنتین فمر بہ النبی ﷺ ومسح عن راسہ فقال ویح

عمار تقتله الفئة الباغية يدعوهم الى الله ويدعونه الى النار

(بخاری شریف ج ۱/ص ۳۹۴)

(ترجمه)

جب حضرت ابو سعید نے ہمیں دیکھا۔ کپڑے سمیٹے اور بیٹھ گئے۔ پھر فرمایا ہم مسجد کیلئے ایک ایک اینٹ لے جاتے تھے اور عمار دو دو اینٹیں لے جا رہے تھے۔ نبی کریم ﷺ ادھر گزرنے لگے، عمار کے سر سے غبار جھاڑا اور فرمانے لگے عمار کے لئے افسوس ہے اس کو ایک باغی فرقہ قتل کریگا۔ لوگوں کو یہ اللہ کی طرف بلائیں گے وہ لوگ اسے آگ کی طرف بلائینگے۔

ھدایت

یہ واقعہ مدینہ طیبہ کا ہے، مسجد نبوی کی تعمیر ہو رہی تھی، وہیں غیب بتانے والے نبی نے یہ بتایا تھا۔ اس فرمان کے مطابق پینتیس سال سے زائد کا عرصہ گزرنے کے بعد یہ پیش گوئی سب پر ظاہر ہوئی، جب منافقین کی سازش سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم پر صفین کی جنگ تھوپی گئی، حضرت علی دفاعی جنگ لڑ رہے تھے، حضرت عمار ان کے ساتھ تھے۔

دوسری حدیث ملاحظہ ہو..............

قال الحسن ولقد سمعت ابا بكرة يقول رأيت رسول الله ﷺ على المنبر والحسن بن علي الى جنبه وهو يقبل على الناس مرة وعليه اخرىٰ ويقول ان ابني هذا سيد ولعل الله ان يصلح به بين فئتين عظيمتين من المسلمين (بخاری شریف ج ۱/ص ۳۷۳)

(ترجمه)

حضرت حسن فرماتے ہیں کہ میں نے ابو بکرہ سے یہ کہتے سنا کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو یہ فرماتے سنا آپ منبر پر جلوہ فرما تھے اور حسن ابن علی پہلو میں تھے۔ آپ ایک بار لوگوں کی طرف توجہ فرماتے تو دوسری بار حضرت حسن پر نگاہ شفقت ڈالتے اور یہ فرماتے کہ یہ میرا بیٹا سید ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو عظیم گروپ میں صلح فرمائیگا۔

ھدایت

اس حدیث میں دو حسن ہیں ایک راوی دوسرے مروی لہٗ۔ راوی حضرت حسن بصری ہیں جبکہ ابو بکرہ ابن حارث ثقفی ہیں جو طائف کا ایک مشہور قبیلہ ہے۔ دوسرے حسن حضرت حسن مجتبیٰ ابن علی مرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) ہیں۔ اور یہ مقام مسجد نبوی شریف کا منبر ہے۔ صحابہ کرام کا جم غفیر ہے۔ یہ پیشین گوئی اس وقت سب پر عیاں ہوئی جب حضرت علی کے بعد آپ خلیفۃ المسلمین بنائے گئے اور دار الخلافہ کوفہ تھا جبکہ دمشق میں حضرت امیر معاویہ تھے انکی پہل پر کچھ شرائط کے ساتھ حضرت امام حسن نے مکمل خلافت حضرت امیر معاویہ کو دیدی اس طرح مسلمانوں کے دو عظیم گروہ کے مابین مصالحت ہوگئی۔

کیا یہ علم غیب نہیں ہے؟ اہل حدیث کی نظر میں یہ حدیثیں کیوں نہیں آئیں، دیکھئے حدیث مبارک............

عن عائشة قالت دعا النبي ﷺ فاطمة ابنته في شكواه التي قبض فيها فسارها بشئ فبكت ثم دعاها فسارها فضحكت قالت فسئلتها عن ذالك فقالت سارني النبي ﷺ فاخبرني انه يقبض في وجعه الذي توفي فيه فبكيت ثم سارني فاخبرني اني اول اهل بيته اتبعه فضحكت

(بخاری شریف ج ۱/ص ۵۲۷)

(ترجمه)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے انھوں نے فرمایا نبی کریم ﷺ نے اس درد میں جس میں آپ کا وصال مبارک ہوا۔ اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا تو ان سے کسی راز کا انکشاف کیا تو یہ رونے لگیں۔ پھر انکو بلایا، ان سے کچھ بتایا تو وہ ہنسنے لگیں، پھر میں نے ان سے پوچھا اس راز کے بارے میں تو انھوں نے بتایا کہ نبی کریم ﷺ

نے مجھے اس کی خبر دی کہ اسی درد میں آپ کی روح پرواز کریگی جس میں آپ کا وصال ہوا، تو میں رونے لگی۔ پھر آپ نے مجھے بتایا کہ گھر والوں میں سب سے پہلے میں آپ سے ملوں گی، تو میں ہنسنے لگی۔

ہدایت

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے اللہ کے رسول ﷺ کے بعد یہ معلوم کیا حالانکہ جس دن یہ بات اپنی پیاری شہزادی کو بتائی تھی، ازواج مطہرات نے اسی دن معلومات کی کوشش کی تھی لیکن حضرت فاطمہ ٹال گئی تھیں اور فرمایا تھا کہ میں اپنے والد کے راز کا انکشاف نہیں کروں گی۔ پھر بعد وصال جب حضرت عائشہ نے دوبارہ کوشش کی تو انھوں نے انکشاف کردیا۔

پھر یہاں سے اس کی شہرت پورے مدینہ میں ہوئی۔ لوگوں کو اس کی صداقت پر ایمان تھا لیکن اطمنان قلب کا انتظار تھا۔ وصال مبارک کے چھ مہینے بعد ہی اہلبیت میں سب سے پہلے حضرت فاطمہ اپنے والد ماجد سے جاملیں۔ انّا للّٰہ و انّا الیہ راجعون

یہ موت کے بارے میں علم غیب ہے۔ ہمارے نبی یہ کیوں نہ بتائیں کائنات کا ذرہ ذرہ انکے پیش نظر ہے۔ وہ تو یہ بھی جانتے ہیں اب تک کتنے لوگوں کی موت ہوئی؟ قبر میں کون آرام میں ہے؟ کون تکلیف میں ہے۔ یہاں تک کہ کون جنتی ہے؟ کون جہنمی بیٹے کی محبت میں ایک ماں کی بے چینی اور تڑپ دیکھو، پھر نبی کے جواب کی وسعت کا تصور کرو۔

ام حارثة بن سراقة اتت النبی ﷺ فقالت یا نبی اللّٰہ الا تحدثنی عن حارثة و کان قتل یوم بدر اصابه سهم غرب فان کان فی الجنة صبرت و ان کان غیر ذالک اجتهدت علیه فی البکاء قال یا ام حارثة انها جنان فی الجنة و ان ابنک اصاب الفردوس الاعلیٰ (بخاری شریف ج ۱/ص ۳۹۴)

(ترجمہ)

حارثہ ابن سراقہ کی ماں نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں تو عرض کرنے لگیں، یا نبی اللہ کیا آپ حارثہ کے بارے میں مجھے بتائینگے وہ بدر کے دن شہید ہوئے تھے، ایک انجان تیر انھیں لگا تھا، اگر وہ جنت میں ہے تو میں صبر کرلونگی، اور اگر اس کے علاوہ ہے تو بہت زیادہ روؤنگی۔ حضور ﷺ نے جواب عطا فرمایا۔ اے ام حارثہ ! جنتیں تو بہت ہیں تیرا بیٹا فردوس اعلیٰ میں ہے۔

ہدایت

صحابہ کا عقیدہ ہے کہ نبی تو غیب جانتے ہیں۔ لہٰذا اپنے بیٹے کی آخری آرام گاہ کے بارے میں معلوم کرلوں یہی عقیدہ ایک مسلمان کا ہونا بھی چاہئے ورنہ حضور ﷺ منع فردیتے کہ اے ام حارثہ مجھے اس بارے میں کچھ معلوم نہیں بلکہ یہاں تو آپ نے جواب عطا فرما کر یہ بتادیا کہ اللہ تعالیٰ نے جب مجھے نبی بنایا ہے تو علم غیب بھی یقیناً عطا کیا ہے یہی وجہ ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ تو فردوس اعلیٰ میں ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضور جنتیوں کو بھی پہچانتے ہیں اور ان کے منازل کو بھی اچھی طرح جانتے ہیں۔ یہی نہیں اللہ کے نبی تو یہ بھی جانتے ہیں کہ ابھی کیا ہورہا ہے کہاں ہورہا ہے؟ حدیث پاک ملاحظہ کریں کہ بعد مسافت کسی طرح نبی کے علم پر اثر انداز نہیں ہوسکتا ہے۔

عن انس ان النبی ﷺ نعی زیدا و جعفرا و ابن رواحة قبل ان یاتیهم خبرهم فقال اخذ الرایة زید فاصیب ثم اخذ جعفر فاصیب ثم اخذ ابن رواحة فاصیب و عیناه تذرفان حتیٰ اخذ الرایة سیف من سیوف اللّٰہ حتیٰ فتح اللّٰہ علیهم (بخاری شریف ج ۲/ص ۶۱۱)

(ترجمہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے یقیناً اللہ کے نبی ﷺ نے حضرت زید، حضرت جعفر اور حضرت ابن رواحہ کے شہید ہونے کی خبر دی، مدینہ والوں کے پاس انکی

خبر آنے سے پہلے تو آپ نے یوں ارشاد فرمایا کہ زید نے اسلامی پرچم لیا تو وہ شہید ہو گئے۔ پھر جعفر نے اسلامی پرچم لیا تو وہ شہید ہو گئے، پھر ابن رواحہ نے پرچم لیا تو وہ شہید ہو گئے۔ آپکی چشم نبوت اشکبار تھیں یہاں تک کہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے پرچم اٹھالیا پھر دشمنوں پر انھیں فتح ملی۔

ہدایت

یہ جنگ روم کی سلطنت کے اندر ہوئی جس کا نام موتہ تھا۔ یہ آج بھی سیریہ میں موجود ہے۔ حضور ﷺ مدینہ میں جلوہ فرما ہیں، تقریباً ایک ہزار کلومیٹر کی طویل مسافت ہے، مدینہ میں جنگی نتائج کیلئے صحابہ کرام بے چین ہیں۔ حضور نے بالتفصیل خبریں بتادیں۔ لب نازک حرکت پر تھے، آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ میرے جانثارو ! بے چین کیوں ہو؟ زید کی قیادت میں جنگ کا آغاز ہوا وہ شہید ہوئے، میرے جعفر نے قیادت سنبھال لی، وہ بھی شہید ہو گئے۔ ابن رواحہ آگے بڑھے وہ بھی شہید ہو گئے۔ دیکھو اب خالد ابن ولید نے قیادت سنبھالی ہے اب رومی لشکر پیچھے ہٹ رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عظیم فتح عطا فرمائی ہے۔ جب بعد میں فتح کا مژدہ مجاہدین سے مدینہ پہونچا تو صحابہ کرام مسرت میں جھوم اٹھے کہ اس میں ترتیب بھی وہی تھی اور اوقات بھی وہی تھے............ اسکی تفصیل انھیں تو مسجد نبوی میں معلوم ہو چکی تھی۔

اس کے باوجود نجدیوں کا یہی کہنا ہے کہ اللہ نے اپنے نبی کو علم غیب نہیں دیا ہے۔ آخر سورج سے بھی زیادہ تابناک عظمت نبی کی کرنوں سے ان وہابیوں کی آنکھیں چشم شپرہ کیوں بن جاتی ہیں؟ شاید کہ قرن الشیطان جیسے نشتر کو یہ لوگ فراموش نہیں کر سکے۔ ان کے قلوب پر اگر نفاق کی پٹی نہیں ہے تو حدیث دیکھیں۔

سمعت علیاً یقول بعثنی رسول اللّٰہ والزبیر والمقداد فقال انطلقو حتیٰ تاتوا روضة خاخ فان بھا ظعینة معھا کتاب فخذوا منھا فانطلقنا تعادی بنا خیلنا حتیٰ اتینا الروضة فاذا نحن بالظعینة قلنا اخرجی الکتاب قالت ما معی الکتاب فقلنا لتخرجن الکتاب او لنلقین الثیاب قال فاخرجته من عقاصھا (بخاری شریف ج ۲/ص ۶۱۲ مسلم شریف ج ۲/ص ۳۰۲)

(ترجمہ)

راوی نے کہا میں نے حضرت علی سے سنا وہ فرماتے ہیں مجھے وزبیر اور مقداد کو اللہ کے رسول ﷺ نے بھیجا اور فرمایا جاؤ روضۂ خاخ تک۔ وہاں ایک سوار عورت ہے اس کے ساتھ ایک خط ہے اس سے لیلو۔ ہم اس طرح چلے جیسے ہمارے گھوڑے ہمیں اڑا رہے ہوں، یہاں تک کہ ہم لوگ اس روضہ تک پہونچ گئے تو ہم لوگ سوار عورت کے پاس تھے، ہم نے کہا خط نکالو اس نے کہا میرے ساتھ کوئی خط نہیں ہے۔ تو ہم نے کہا خط نکالدو یا ہم جامہ تلاشی کریں۔ حضرت علی نے فرمایا تو اس نے اپنے بالوں کے جوڑے سے خط نکالا۔

ہدایت

یہ عورت مسلمانوں کی جاسوسی میں پکڑی گئی تھی۔ اس خط میں مدینہ کے مسلمانوں کے بارے میں کافی جانکاریاں تھیں۔ جب اس عورت نے خط کا انکار کیا تو تینوں حضرات نے کہا ہم جامہ تلاشی لینگے جبکہ شک کی بنیاد پر یہ فعل جائز نہ تھا کہ سامنے عورت ہے پھر بھی ان حضرات نے جامہ تلاشی کا ارادہ کیا۔ تو معلوم ہوا کہ یہ لوگ شک میں نہیں تھے بلکہ ان حضرات کو یقین تھا کہ غیب داں نبی نے فرمایا ہے۔

آیئے اور اس حدیث سے ایمان کی تازگی حاصل کیجئے.............

عن انس قال سألوا النبی ﷺ حتیٰ احفوابالمسئلة فصعد النبی ﷺ ذات یوم المنبر فقال لا تسئلوا عن شئی الا بینت لکم فجعلت انظر یمیناً وشمالاً فاذا کل رجل راسه فی ثوبه یبکی فانشأ رجل کان اذا لاحیٰ یدعی الی غیر ابیه فقال یا نبی اللّٰہ من ابی؟ قال ابوک حذافة ثم انشأ عمر فقال رضینا باللّٰہ رباًوبالاسلام دیناً وبمحمد رسولاً نعوذ باللّٰہ من سوء الفتنة

(بخاری شریف ج ۲/ص ۱۰۵۶)

(ترجمہ)

حضرت انس فرماتے ہیں لوگ نبی کریم ﷺ سے بہت سوالات کرتے تھے، ایک دن آپ منبر شریف پر تشریف لے گئے تو فرمایا جس چیز کے بارے میں ہو پوچھ لو میں تمہیں بیان کردوں گا۔ تو میں دائیں بائیں دیکھنے لگا۔ تو ہر ایک آدمی کو دیکھا کہ اپنے کپڑے میں چہرہ چھپا کر رو رہا ہے۔ ایک آدمی کھڑا ہوا وہ آدمی ایسا تھا جب اس سے کسی کا جھگڑا ہوتا تو اس کی نسبت میں لوگ طعنہ دیتے تھے۔ اس نے سوال کیا۔ اے اللہ کے نبی (غیب کی خبر بتانے والے) میرا باپ کون ہے؟ حضور نے فرمایا تیرا باپ حذافہ ہے۔ پھر فاروق اعظم کھڑے ہوئے کہنے لگے۔ ہم اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر، اور محمد (ﷺ) کے رسول ہونے پر راضی ہیں۔ ہم سوء فتنہ سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔

ہدایت

حضور ﷺ نے منبر شریف پر ارشاد فرمایا جس چیز کے بارے میں ہو پوچھ لو، میں تمہیں بیان کردونگا۔ یعنی ہر وقت ہر جگہ سوالات کے لئے موضوع نہیں۔ میرے ذمے اور بھی مشاغل ہیں۔ دنیا وآخرت کی رہنمائی میرے ذمہ ہے، جابجا تم لوگ سوالات کرتے رہتے ہو اب میں تمہیں اجازت دیتا ہوں پوچھو میں صرف تمہیں جواب ہی نہیں دونگا بلکہ بیان کردونگا۔ اس میں کسی قسم کی تخصیص نہیں ہے۔ دنیا کا سوال پوچھو۔ آخرت کا پوچھو۔ جیسا بھی سوال ہو پوچھ لو۔

ایک صحابی پریشان تھے انھیں لوگ بدنسبی کا طعنہ دیتے تھے۔ انھوں نے کھڑے ہو کر اپنے باپ کا نام معلوم کرنا چاہا۔ نہیں بلکہ تمام حاضرین کو بتانا چاہا کہ دیکھو میرا باپ کون ہے؟ آج کے بعد کوئی میرے نسب میں طعنہ نہیں دے سکتا ہے۔

اللہ کے رسول نے جواب دیا۔ تیرا باپ حذافہ ہے۔ فاروق اعظم نے عرض کیا ہم سوء فتنہ سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں یعنی کسی کے دل میں یہ خیال نہ آئے کہ نبی کو غیب کی کیا خبر اس فتنہ سے ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ آج اسی فتنہ کو نجدیوں نے زور شور سے اٹھایا ہے

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی حفاظت فرمائے۔ آمین

اور دیکھو تمہارے نبی نے غیب کی کیسی کیسی جانکاریاں دی ہیں........................

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال فاذا ھلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہ واذا ھلک قیصر فلا قیصر بعدہ والذی نفسی بیدہٖ لتنفقن کنوزھما فی سبیل اللہ

(بخاری شریف ج ۱/ص ۴۴۰/۔ مسلم شریف ج ۲/ص ۳۹۶)

(ترجمہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے بے شک اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا جب کسریٰ ہلاک ہوگا اس کے بعد پھر کسریٰ نہیں آئیگا۔ اور جب قیصر ہلاک ہوگا اس کے بعد پھر قیصر نہیں آئیگا۔ قسم اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے یقیناً تم ان دونوں کے خزانے کو اللہ کی راہ میں خرچ کروگے۔

ہدایت

جو بھی روم کا بادشاہ ہوتا تھا اس کو قیصر اور ایران کا جو بادشاہ ہوتا تھا اس کو کسریٰ کہا جاتا تھا۔ غیب داں نبی نے بتایا کہ سلسلۂ قیصر اور سلسلۂ کسریٰ کی یہ دونوں کڑیاں آخری ہیں، ان دونوں کی ہلاکت کے بعد نہ کوئی قیصر ہوگا اور نہ کوئی کسریٰ، ایسا نہیں کہ اس پر زلزلہ آئیگا اور یہ دونوں طاقتیں تباہ ہو جائینگی اور نہ ہی سمندر کا طوفان آئیگا بلکہ ان دونوں کا خاتمہ تمہارے ہاتھوں سے ہوگا۔ اے میرے وفادارو ! وہاں کے خزانے تمہارے قبضے میں ہونگے۔ یہ بظاہر ایسی پیشن گوئی تھی جیسا کہ کہا جائے کہ بہت جلد ماسکو اور نیویارک پر مالے (مالدیپ) کا قبضہ ہو جائیگا، یہ تو اپنے چند جانثاروں سے آپ نے فرمایا کہ ان دونوں کے خزانے تم راہ خدا میں خرچ کروگے۔

دنیا کی دو سب سے بڑی طاقت کے خاتمے کا اعلان ہو رہا ہے۔ پھر پوری دنیا نے یہی دیکھا کہ دمشق میں بھی اسلامی پرچم لہرا رہا ہے اور تہران میں بھی اسلام کا قبضہ ہو چکا

ہے، اور فاروق اعظم کے زمانے میں یہاں کے خزانے اسلام کے نام پر خرچ ہو رہے تھے ۔آنکھیں کھولنے کے لئے اور کیا چاہئے؟ جبکہ ہمارے نبی ﷺ نے تو وہاں تک کی خبر دے دی اگر سمندر کے پار کسی کا انتقال ہو رہا ہے نگاہ نبوت کے سامنے کائنات کف دست سے زیادہ وسعت نہیں رکھتی ہے جیسا کہ ہمارے سامنے حدیث پاک موجود ہے............

ان رسول اللّٰہ نعی لھم النجاشی صاحب الحبشة فی الیوم الذی مات فیہ (بخاری شریف ج ۱/ص ۵۴۸)

(ترجمہ)

بے شک اللہ کے رسول ﷺ نے صحابہ کرام کو حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے انتقال کی خبر اسی دن دی تھی جس دن ان کا انتقال ہوا تھا

ہدایت

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم مدینہ میں ہیں۔ مدینہ حجاز میں ہے۔ حجاز کے بعد سمندر ہے پھر وہاں سے افریقہ کی سرحد ہے اسی براعظم میں حبشہ نام کا وہ ملک تھا۔ بہت بڑا ملک تھا۔ نصف براعظم پر اسی کا قبضہ تھا جو متعدد ملکوں میں آج منقسم ہو چکا ہے۔ جن میں سوڈان، عدلیس ابابا، صومالیہ، یوگانڈا، کینیا اور نیروبی قابل ذکر ہیں۔ اسی حبشہ کے بادشاہ نجاشی کا انتقال ہوا۔ درمیان میں پورا حجاز، بحیرۂ احمر کے علاوہ افریقہ کے ہزاروں کلو میٹر کا فاصلہ تھا پھر بھی ہمارے نبی نے اسی دن مدینہ میں ان کے انتقال کی خبر دی۔ تو کیا یہ علم غیب نہیں ہے؟

زمانۂ رسالت کے مبارک دور کے بعد خلافت راشدہ کے آخری ایام میں ہی مسلمانوں میں آپسی جنگیں شروع ہو چکی تھیں، یہ دراصل منافقوں کی سازشوں کا نتیجہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جسے غیب کا علم عطا فرمایا تھا، اس رسول نے ہمیں اس کی اطلاع کافی پہلے ہی دے دی تھی۔ دیکھئے حدیث کیا کہہ رہی ہے.............

☆ حدثنا عمرو بن یحیٰ بن سعید بن عمرو بن سعید قال اخبرنی جدی قال کنت جالساً مع ابی ہریرة فی مسجد النبی ﷺ بالمدینة و معنا مروان قال ابو ہریرة سمعت الصادق المصدوق ﷺ یقول ھلکة امتی علی یدی غلمة من قریش فقال مروان لعنة اللہ علیھم فقال ابو ہریرة لو شئت ان اقول بنی فلان و بنی فلان لفعلت (بخاری شریف ج ۲/ص ۱۰۴۶)

(ترجمہ)

سعید کا پوتا حضرت سعید پھر اس کا پوتا عمرو نے بتایا مجھے میرے دادا نے بتایا انھوں نے فرمایا میں مدینہ میں حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیساتھ نبی پاک کی مبارک مسجد میں بیٹھا تھا۔ ہمارے ساتھ مروان بھی تھا۔ حضرت ابوھریرۃ نے فرمایا میں نے صادق مصدوق ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ قریش کے کچھ لڑکوں کے ہاتھوں میری امت کی ہلاکت ہے۔ مروان نے کہا اللہ کی لعنت ہو ان پر۔ حضرت ابوھریرہ نے فرمایا اگر میں کہنا چاہتا تو کہہ دیتا کہ یہ کس کس قبیلے کے لڑکے ہیں۔

ہدایت

اور یہی ہوا فتنہ یزید سے دنیائے اسلام لرز گئی تھی، مسجد نبوی شریف میں گھوڑے باندھے گئے، بیت اللہ شریف پر منجنیق سے حملہ ہوا، صحابی اور تابعی کے مقدس خون سے حجاز کی سرزمین سرخ ہو گئی تھی، حجر اسود میں شگاف آ گیا تھا۔

بخاری شریف کی اس حدیث نے تو بتا دیا کہ علم نبوت کا عکس بھی جس پر پڑ گیا ہے وہ علم غیب کے انمول خزانے سے کافی حد تک مالا مال ہو چکا ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ نے تو بتایا کہ نو عمر لڑکوں کے ہاتھوں میری امت کی ہلاکت ہے۔ لیکن حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں میں ان لڑکوں کو ہی نہیں ان کے باپوں کو بھی پہچانتا ہوں۔ اب آؤ وہ حدیث پڑھو جس میں علم غیب کے ساتھ اس کی تصدیق بھی موجود ہے..............

عن عبداللّٰہ ابن القبطیة قال دخل حارث ابن ابی ربیعة و عبداللّٰہ ابن الصفوان و انا معھما علیٰ ام سلمة ام المؤمنین فسألاھا عن

الجیش الذی یخسف به وکان ذالک فی ایام ابن الزبیر فقالت قال رسول اللہ ﷺ یعوذ عائذ بالبیت فیبعث الیه بعث فاذا کانوا ببیداء من الارض خسف بهم (مسلم شریف ج۲ص۳۸۸)

(ترجمہ)

حضرت عبداللہ ابن القبطیہ سے روایت ہے۔انھوں نے بتایا کہ حضرت حارث ابن ابوربیعہ اور حضرت عبداللہ ابن صفوان، حضرت ام سلمہ کے پاس گئے میں بھی ان کے ساتھ تھا، ان دونوں نے ام المؤمنین رضی اللہ عنھا سے اس لشکر کے بارے میں سوال کیا جو زمین میں دھنس جائے گا۔اور یہ حضرت ابن زبیر کے زمانے میں ہوا بھی۔انھوں نے جواب دیا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ایک پناہ مانگنے والا بیت اللہ کی پناہ میں آئیگا، اسکی طرف ایک لشکر بھیجا جائیگا، جب یہ لشکر زمین کے بیداء میں ہوگا وہیں دھنس جائیگا۔

ہدایت

مقام بیداء یہاں اس علاقہ کا نام ہے جو ذوالحلیفہ سے ملا ہوا ہے۔مدینہ سے چلنے والا جب ذوالحلیفہ کو عبور کریگا تو ذوالحلیفہ کے بعد یہی علاقہ آئیگا۔یہیں یزید پلید کا ایک لشکر زمین میں دھنس گیا تھا جو مکہ پر حملہ کے ارادہ سے جارہا تھا۔یہ شامی لشکر تھا۔مدینہ پر فوج کشی کے بعد کا واقعہ ہے۔پھر یزید کی دوسری فوج دوسرے راستے سے مکہ مکرمہ پر حملہ آور ہوئی۔پھر آسمان وزمین نے وہ ہولناک منظر دیکھا، جس کے تصور سے ہی ایک مومن کا دل دہل جاتا ہے۔

بہرحال اس حدیث میں غیب کی خبر بھی موجود اور اس کی تصدیق بھی موجود ہے۔اب آئیے اور ایک جگہ کے بارے میں بھی سنئے......

عن حذیفة قال قام فینا رسول اللہ ﷺ مقاما ماترک شیئاً یکون مقامهٔ ذالک الی قیام الساعة الاحدث به حفظه من حفظه ونسیه من نسیه (مسلم شریف ج۲ص۳۹۰)

(ترجمہ)

حضرت حذیفہ نے فرمایا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ہمارے درمیان ایک جگہ قیام فرمایا تو اس جگہ قیامت تک کیا کیا ہوگا، سب بتادیا۔جس نے یاد رکھا یاد رہا، جو بھول گیا بھول گیا۔

ہدایت

اور علم غیب کس کا نام؟ کیا قیامت تک کی ساری چیزوں کو بالتفصیل بتادینا بھی علم غیب نہیں ہے؟ اللہ تعالیٰ عقل سلیم عطا فرمائے۔(آمین)

ایک بار ہمارے نبی سفر سے تشریف لارہے تھے آپ جب مدینہ منورہ کے قریب پہونچے تو ایک منافق کی موت کی خبر دی۔

عن جابر ان رسول اللہ ﷺ قدم من سفر فلما کان قرب المدینة هاجت ریح شدیدة تکاد ان تدفن الراکب فزعم ان رسول اللہ ﷺ قال بعثت هذه الریح لموت منافق فلما قدم المدینة فاذا منافق عظیم من المنافقین قد مات

(مسلم شریف ج۲ص۳۷۰)

(ترجمہ)

حضرت جابر سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ سفر سے تشریف لائے جب مدینہ سے قریب پہونچے بہت تیز آندھی آئی لگتا تھا کہ سواروں کو دفن کردیگی انھیں گمان ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا یہ ہوا ایک منافق کی موت کے لئے آئی ہے۔جب مدینہ میں نزول فرمایا تو مدینہ میں منافقین میں سے ایک بڑا منافق مرچکا تھا۔

ہدایت

ہمارے نبی ہواؤں کی رفتار ہی نہیں بلکہ اس کے اسباب کو بھی جانتے ہیں ہوا سے کتنوں کو نقصان پہونچا اسے بھی جانتے ہیں۔اب ایک اور تقریر سماعت کریں جو دراصل

پورے ایک دن کا خطاب ہے اسی پر یہ باب اختتام پذیر بھی ہوگا۔

عن ابی زید قال صلی بنا رسول اللہ ﷺ الفجر وصعد المنبر فخطبنا حتیٰ حضرت الظہر فنزل فصلی ثم صعد المنبر فخطبنا حتیٰ حضرت العصر ثم نزل فصلی ثم صعد المنبر فخطبنا حتیٰ غربت الشمس فاخبرنا بما کان وبما ھو کائن فاعلمنا احفظنا (مسلم شریف ج ۲ ص ۳۹۰)

(ترجمہ)

حضرت ابوزید سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں فجر کی نماز پڑھائی اور منبر پر تشریف لاکر ہم سے خطاب فرمایا۔ یہاں تک کہ ظہر کا وقت ہوگیا۔ نیچے تشریف لائے نماز پڑھائی پھر ممبر پر جلوہ فرما ہوئے تو ہم سے خطاب فرمایا۔ یہاں تک کہ وقت عصر آگیا، پھر تشریف لائے پھر نماز پڑھائی۔ پھر ممبر پر صعود فرمایا، تو ہمیں خطاب فرمایا یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا، تو حضور ﷺ نے ہمیں جو ہوگیا اور جو ہونے والا ہے سب کے بارے میں بتادیا۔ ہم میں جو زیادہ یاد رکھنے والا ہے وہی بڑا جانکار ہے۔

ھدایت

یہ خطاب فجر کے بعد سے شروع ہوکر غروب آفتاب تک چلتا رہا، ادھر سے علم غیب کی بارش ہورہی تھی۔ ادھر صحابہ کرام مالا مال ہورہے تھے، خطاب کا موضوع ایک ہی تھا۔ ماکان وما یکون یعنی دنیا جب سے پیدا ہوئی ہے پھر اس کے خاتمے تک ساری باتیں بتادیئے۔ حدیث کا انداز یہ نہیں کہ انھیں جو معلوم تھا بتادیا بلکہ حدیث بتارہی ہے کہ ماکان وما یکون کی خبریں بتادیں تاکہ کوئی اسی پر علوم غیبیہ کو منحصر نہ کردے یہ تو ایک سمندر ہے جس کا ایک قطرہ ماکان وما یکون ہے۔ اس سے بھی زائد علوم غیبیہ (اللہ کی ذات وصفات کے بارے میں) حضور اقدس ﷺ کو حاصل ہیں جو ماکان وما یکون سے سوا ہے۔

بمصطفیٰ برساں خویش کہ دیں ہمہ اوست
گر باو نرسیدی تمام بولہبی ست

تعظیمی قیام

قرن الشیطان کے توحیدی میوزیم کے ایک دلخراش ساز کا نام شرک ہے۔ جس فعل سے اللہ والوں کی تعظیم ظاہر ہو اس پر شرک کا اسٹیکر چسپا کرانے میں یہ جماعت بے چین رہتی ہے۔ روضۂ پاک علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسّلام کے سامنے کھڑے ہوجاؤ تو شرک، سلام پڑھو تو شرک، چادر چڑھاؤ تو شرک، اس عظیم توسط سے دعا مانگو تو شرک، یارسول اللہ کہو تو شرک۔ یہ ہے قرن الشیطان کا توحیدی میوزیم۔ جبکہ اپنے پیارے نبی پر درود وسلام کا حکم قرآن نے دیا ہے۔ اور اس جماعت کے ظہور سے پہلے سارے مسلمانوں کا یہی معمول بھی رہا اور آج بھی اکثریت کی مساجد اور محافل سے "**یا نبی سلام علیک یا رسول سلام علیک**" یا پھر "مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام" کی شیریں آوازوں سے فضائیں سحر انگیز نظر آتی ہیں۔

یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کا کھڑے ہوکر استقبال بھی کرتے ہیں، ایک دوسرے کو سلام کرتے ہیں، ایک دوسرے کے گلے میں پھول بھی ڈالتے ہیں۔ لیکن یہی فعل کوئی اللہ والوں کے لئے کرے تو انھیں شرک نظر آتا ہے۔ حالانکہ ایک دوسرے کی تعظیم انبیاء کرام کی سنت ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے اہل کیسا تھ۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی کیسی تعظیم کی تھی؟ قرآن شاہد ہے۔ لیکن میں اس کو یہاں نقل نہیں کرونگا۔ کہ میرا ماخذ بخاری شریف اور مسلم شریف ہے۔ اور ہدف وہ فرقہ ہے جس کا نام ہمارے نبی نے قرن الشیطان تجویز فرمایا تھا جو ہندوستان میں اپنے کو اہل حدیث کہتا ہے۔ اسی لئے حوالہ جات میں صرف حدیث پر ہی اکتفا کررہا ہوں اور وہ بھی کتب احادیث میں اصح الکتب بخاری شریف اور مسلم شریف ہی پیش نظر ہیں۔

عرض کررہا تھا کہ تعظیم کرنا آپس میں انبیاء کرام کی سنت ہے حدیث پاک ملاحظہ ہو.........................

ثم جاء بعد ذلک واسمٰعیل یبری نبلاً لہٗ تحت روحة قریباً من زمزم فلما رآہ قام الیہ فصنع کما یصنع الوالد بالولد والولد بالوالد

(بخاری شریف ج ۱ص ۴۷۶)

(ترجمہ)

پھر اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف لائے اور حضرت اسمٰعیل زمزم کے پاس ایک پیڑ کے نیچے اپنا تیر درست کررہے تھے۔ جب انھوں نے اپنے والد کو دیکھا تو ان کے لئے کھڑے ہو گئے۔ پھر وہ کیا جو باپ بیٹے اور بیٹا باپ سے کرتا ہے۔

ہدایت

حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت المقدس میں رہتے تھے اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو بچپنے میں حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ یہاں عربی ریگستان میں چھوڑ گئے تھے، انھیں کیلئے اللہ تعالیٰ نے یہاں زمزم کو ظاہر فرمایا تھا۔ حضرت ابراہیم کی یہ دوسری آمد شریف تھی۔ حضرت اسمٰعیل نے ان کے لئے قیام کیا۔ ایک نبی نے دوسرے نبی کے لئے قیام کیا تو آج امت اگر نبی کیلئے بوقت سلام قیام کرے تو اس میں اس جماعت کو شرک نظر آرہا ہے۔ کیا کسی بھی رسول کی شریعت میں شرک کو کبھی بھی جواز کا درجہ ملا ہے؟ نہیں۔ ہرگز نہیں۔ تو پھر یہاں ایک نبی نے دوسرے نبی کے لئے قیام کرکے یہی تو بتایا کہ اسے شرک کہنے والے انبیاء کے مخالف ہیں۔

قرن الشیطان اگر اپنا موقف بدل دے، اور شرک سے تنزل اختیار کرکے عدم جواز تک آئے اور کہے کہ سابقہ شریعت کا ہر ایک حکم ہماری شریعت کے مطابق ہو کوئی ضروری نہیں۔ ان سے کہا جائے کہ ہماری شریعت میں اگر اسی فعل خاص پر عدم جواز کا حکم نہ ہوتو وہی جواز کا حکم ہمارے لئے بھی باقی رہیگا بلکہ یہاں جواز کے لئے حکم جدید کی بھی ضرورت نہیں اسلئے کہ حضور ﷺ نے خود جواب عطا فرما کر قرن الشیطان کو لاجواب کردیا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ دونوں جب ملے تو اس انداز پر ملے جیسا کہ باپ بیٹے سے اور بیٹا باپ سے ملتا ہے۔ اگر یہ آپ کی شریعت میں جائز نہ ہوتا تو حدیث یوں ہوتی....... **فصنع کما لا یصنع الوالد بالولد ولاالولد بالوالد** (والعیاذ باللہ تعالیٰ)

یعنی ایسا کئے جو باپ بیٹا اور بیٹا باپ کے ساتھ نہیں کرتا ہے یا پھر یوں ہوتی "**کما کان یصنع بین الوالد والولد**" یعنی جیسا کہ اس زمانے میں باپ بیٹے کے مابین ہوتا تھا اور جبکہ جملہ یہ نہیں ہے تو حکم اصل جواز پر ہی ہوگا، یہی اسلام کا بھی دستور رہا کہ بڑے کے لئے کھڑا ہونا سعادت مندی ہے جو غلظ القلوب والجفاء سے متصور نہیں ہے۔ خوارج کو چھوڑ کر ابتداء اسلام سے آج تک مسلمانوں کا یہی معمول رہا جیسا کہ مسلم شریف میں ہے۔

عن ابی صالح قال کنا بعرفة فمر عمر بن عبدالعزیز وھو علی الموسم فقام الناس ینظرون الیہ فقلت لابی اری اللہ تعالیٰ یحب عمربن عبدالعزیز قال وما ذاک قلت لما لہٗ من الحب فی قلوب الناس

(مسلم شریف ج ۲ص ۳۳۱)

(ترجمہ)

حضرت ابو صالح نے فرمایا ہم لوگ عرفہ میں تھے حضرت عمر ابن عبدالعزیز کا موسم حج کے موقع پر گزر ہوا، لوگ کھڑے ہو گئے، انھیں دیکھنے لگے، میں نے اپنے والد سے کہا میری رائے میں عمر ابن عبدالعزیز کو اللہ تعالیٰ نے اپنا محبوب بنایا ہے، میرے والد نے کہا تم یہ کیسے کہتے ہو؟ میں نے کہا ان کی اس محبت کی وجہ سے جو لوگوں کے دلوں میں ہے۔

ہدایت

حضرت عمر ابن عبدالعزیز بنی امیہ میں سب سے باعظمت خلیفہ تھے۔ ان کے دور کو علماء نے خلافت راشدہ کہا ہے۔ بعض حضرات نے خلافت راشدہ کا مظہر کہا ہے۔

بہر حال انکے نیک دل، خدا ترس اور شریعت کی پاسداری پر کسی نے انگشت نمائی نہیں کی ہے۔ یہ دوران حج عرفہ تشریف لائے لوگ انھیں دیکھتے ہی کھڑے ہو گئے نہ

انھوں نے منع کیا نہ لوگوں نے اسے ناجائز سمجھا۔ بلکہ ابوصالح نے اسی تعظیمی قیام کو دلیل بنایا اور حضرت عمر ابن عبدالعزیز کو مقبول بارگاہ قرار دیا کہ عام مومنین زمین میں اللہ کے شہداء ہیں ،یہی وجہ ہے کہ لوگ بارگاہ رسالت میں باادب کھڑے ہوتے ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے۔

عن نافع بن عتبة قال كنا مع النبي ﷺ في غزوة قال فاتى النبي ﷺ قوم من قبل المغرب عليهم ثياب الصوف فوافقوه عندا كمة فانهم لقيام ورسول الله ﷺ قاعد (مسلم شریف ج ۲/ص ۳۹۳)

(ترجمہ)

حضرت نافع ابن عتبہ نے کہا کہ ہم لوگ اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ میں تھے، تو نبی کریم ﷺ کے پاس مغرب سے کچھ لوگ آئے، ان پر اون کے کپڑے تھے ٹیلوں کے پاس ان کا سامنا ہوا، وہ لوگ کھڑے تھے اور اللہ کے رسول ﷺ بیٹھے ہوئے تھے۔

ہدایت

لوگ آئے ہیں بارگاہ نبوت میں لیکن کھڑے ہیں جبکہ حضور ﷺ آرام فرما رہے ہیں، اور آپس میں لمبی باتیں بھی ہوئی ہیں، جن میں ہمارے غیب داں نبی نے چار غیب کی خبریں بھی دی تھیں، یہ چاروں جامع باتیں غیب کے چار سمندر تھیں۔ ایک تم جزیرۂ عرب میں جنگ کرو گے تمہاری فتح ہوگی۔ کسریٰ سے جنگ کرو گے تمہاری فتح ہوگی۔ قیصر سے جنگ کرو گے تمہاری فتح ہوگی۔ دجال سے جنگ کرو گے تمہاری فتح ہوگی۔ صحابہ کرام کہنے لگے ہم سمجھ گئے روم کی فتح سے پہلے دجال نہیں آئیگا۔ اگر کسی کے لئے کھڑا ہونا جائز نہ ہوتا تو حضور منع کر دیتے۔ ہم تو اپنے نبی کی تعظیم میں کھڑے ہوتے ہیں، تمہیں خلش کیوں ہو رہی ہے۔ اٹھتے بیٹھتے ''یا رسول اللہ'' کہنے میں ہمیں سکون ملتا ہے تو دوسرے کو تکلیف کیوں ہو۔ اپنے نبی کو کھڑے ہو کر سلام عرض کرنا صحابہ کی سنت ہے۔

حضرت امام بخاری نے حدیث روایت کی ہے............

فدخلت علىٰ رسول الله ﷺ فاذا هو مضطجع علىٰ رمال حصير ليس بينه وبينه فراش قد اثر الرمال بجنبه متكئاً علىٰ وسادة من ادم حشوها ليف فسلمت عليه ثم قلت وانا قائم اطلقت نسائك

(بخاری شریف ج ۲/ص ۷۸۱)

(ترجمہ)

(حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں) میں اللہ کے رسول کے پاس آیا، آپ آرام فرما رہے تھے، چٹائی کی بانوں پر، اس پر کوئی بستر نہیں تھا، بنائی پہلوئے نبوت کو چوم رہی تھی۔ ایک چمڑہ کے تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے اس تکیہ میں کھجور کے درخت کی چھال کے ریشے بھرے تھے۔ میں نے آپ کو سلام کیا اور یہ کہا کہ کیا آپ نے ازواج مطہرات کو طلاق دیدی ہے اس حال میں کہ میں کھڑا تھا۔

ہدایت

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جانتے تھے ایک قوم آنے والی ہے اسکا نام ''قَرنُ الشَّیطَان'' ہوگا۔ نبی کی بارگاہ میں کھڑا ہو کر سلام عرض کرنے کو پسند نہیں کریگی۔ اسی لئے وضاحت فرمائی کہ میں نے جب سلام پیش کیا تھا تو کھڑا تھا۔ جب حضرت سعد دربار رسالت میں حاضر ہوئے تو تمہارے نبی نے انصار کرام سے فرمایا تھا............

قوموا الیٰ سیدکم

(بخاری شریف ج ۱/ص ۴۲۷۔ ج ۲/ص ۹۲۶)

(ترجمہ)

اپنے سردار کے لئے کھڑے ہوجاؤ۔

ہدایت

آپس میں بھی صحابہ کرام کا یہی معاملہ تھا، ایک دوسرے کے لئے کھڑے ہوتے۔ حدیث ملاحظہ ہو............

قال کعب بن مالک دخلت المسجد فاذا برسول الله ﷺ فقام الیّ طلحة بن عبدالله یهرول فصافحنی وهنأنی

(بخاری شریف ج۲/ص۶۳۶/۵۲۶/۲۔ مسلم شریف ج۲/ص۳۶۲)

(ترجمہ)

حضرت کعب ابن مالک نے فرمایا میں مسجد میں داخل ہوا تو سامنے اللہ کے رسول ﷺ جلوہ فرما تھے طلحہ ابن عبداللہ میرے لئے کھڑے ہوئے اور تیز چل کر میرے پاس آ کر مجھ سے مصافحہ کیا اور اس نے مجھے مبارک باد پیش کی۔

کیا اب بھی تعظیمی قیام پر کسی مسلمان کو شبہ ہوگا؟ نہیں ہرگز نہیں۔ اللہ اللہ پھر اس نبی کے لئے جس نے خود اپنی امت کے لئے ایسی کرم فرمائی کی ہو، حدیث پاک دعوت فکر دے رہی ہے..........

عن انس قال رأی النبی ﷺ النساء والصبیان مقبلین قال حسبت انه قال من العرس فقام النبی ﷺ ممثلا فقال اللّهمّ انتم من احب الناس الیّ قالها ثلاث مرار

(بخاری شریف ج۱/ص۵۳۴۔ ج۲/ص۷۷۸)

(ترجمہ)

حضرت انس سے روایت ہے کہ کچھ عورتیں اور بچے ایک شادی سے لوٹ رہے تھے۔ جب نبی کریم ﷺ کی ان پر نگاہ نبوت ہوئی تو حضور ﷺ سیدھے کھڑے ہوگئے اور فرمانے لگے واللہ میرے سب سے محبوب لوگوں میں سے تم ہو۔ یہ مبارک جملہ تین بار ادا فرمایا۔

هدایت

یہ کرم فرمائی ! جن کے در پہ فرشتوں کو وضع سر کی تمنا ہو وہ اپنی باندیوں اور غلام زادوں کے لئے کھڑے ہوگئے۔ مزید " **انتم من احب الناس الیّ** " کے الفاظ مبارکہ سے خاک کے ذروں کو ماہ و نجوم کا تاج بنا دیا وہ کتنا بڑا بدنصیب ہوگا جو ایسے نبی کے لئے قیام کو پسند نہ کرے۔ **(معاذ اللہ)**

حالانکہ حضرت اسمٰعیل حضرت ابراہیم **(علیهما السّلام)** کے لئے کھڑے ہوئے۔ حضرت طلحہ ابن عبداللہ حضرت کعب ابن مالک کے لئے کھڑے ہوئے حضرت فاروق اعظم اللہ کے رسول ﷺ کے لئے کھڑے ہوئے۔ انصار کو حضرت سعد کے لئے کھڑے ہونے کا حکم بارگاہ رسالت سے ملا۔ یہاں تک کہ اپنی باندیوں اور غلام زادوں کے لئے خود قیام فرما کر اللہ کے رسول نے اس کھڑے ہونے کو اپنی پیاری پیاری سنتوں میں داخل فرمالیا۔

مختار کائنات

"قَرنُ الشَّيطَان" کے فسانۂ توحید میں یہ بھی ایک معمّہ ہے۔ ماں بیٹے کو پیار دیتی ہے، باپ دلار دیتا ہے، ڈاکٹر دوا دیتا ہے، معلم تعلیم دیتا ہے، غذا طاقت دیتی ہے، سورج دھوپ دیتا ہے، چاند روشنی دیتا ہے، امریکہ اس کو ہتھیار دیتا ہے، برطانیہ پونڈ دیتا ہے، شاہ سعود کی اولاد حمایت دیتی ہیں۔ یہاں اپنی ضرورت کی چیزیں ان سے مانگنے میں اس کو شرک نظر نہیں آتا ہے لیکن پیارے رسول سے اگر کسی نے مانگ لیا تو شرک شرک کے شور وغوغا سے نجد کی پوری فضا آلودہ ہوجاتی ہے۔ ہرایک کی زبان پر ہوتا ہے "محمد کسی چیز کا مالک ومختار نہیں۔ (معاذ اللہ)

حالانکہ صحابہ کرام میں بہت سارے اسماء گرامی بھی ہیں کہ انھوں نے اپنے نبی سے جنت مانگی اور حضور نے عطا کردی، کسی نے شفا مانگی عطا کردی، کسی نے دولت مانگی عطا کردی۔ اگر غیر اللہ سے مانگنا شرک ہوتو دنیا میں کوئی مسلمان نہیں رہیگا۔ کہ کھانا مانگا تو شرک، پانی مانگا تو شرک، دوائی مانگی تو شرک۔ کہاں تک شمار کروگے ؟

اللہ تعالیٰ نے اپنے کچھ بندوں کو کچھ چیزوں کا اختیار دیا ہے اور انھیں ان چیزوں کا مالک بنایا ہے۔ یہاں تک کہ احکام شرع بھی اختیار مصطفیٰ سے متفرع ہیں جیسا کہ..........

ان رجلاً اتی رسول اللہ ﷺ فقال یا رسول اللہ ھلکت فقال ویحک قال وقعت علیٰ اھلی فی رمضان قال اعتق رقبۃ قال ما اجدھا قال فصم شھرین متتابعین قال لااستطیع قال فاطعم ستین مسکیناً قال لا اجد فاتی بعرق فقال خذہ فتصدق بہٖ فقال یا رسول اللہ اعلیٰ غیر اھلی فوالذی نفسی بیدہٖ ما بین ظنبی المدینۃ احوج منی فضحک النبی ﷺ حتیٰ بدت انیابہٗ قال خذہ (بخاری شریف ج۲/ص۹۱۰۔ ج۱/ص۲۵۹/۲۶۰ ج۲/ص۹۹۲/۹۹۳ مسلم شریف ج۱/ص۳۵۵)

(ترجمہ)

ایک آدمی اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا، اے اللہ کے رسول ! میں ہلاک ہوگیا، فرمایا تیری تباہی، عرض کیا میں رمضان میں اپنی اہلیہ پر آگیا، فرمایا ایک غلام آزاد کر، عرض کیا نہیں لاسکوں گا۔ فرمایا لگاتار دو مہینے روزے رکھ، عرض کیا طاقت نہیں ہے، فرمایا ساٹھ مسکین کو کھانا کھلا، عرض کیا میں کھلا نہیں سکوں گا۔ آپ کے پاس کھجوروں کا ایک ٹوکرا آیا تو ارشاد فرمایا، اس کو لے لو صدقہ کردو۔ اس نے عرض کی یا رسول اللہ کیا میرے گھر والے کے علاوہ دوسرے پر؟ قسم اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے، مدینہ کے دونوں کنارے کے درمیان مجھ سے بڑا محتاج اور کوئی نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ضحک فرمایا یہاں تک کہ دندان مبارک چمکنے لگے، ارشاد فرمایا لے جاؤ۔

ھدایت

شہر مدینہ کا سب سے بڑا محتاج یہی عقیدہ رکھتا ہے کہ مجھے وہی بچا سکتا ہے جو اس جہاں میں سب سے بڑا مختار ہو گرچہ میرا جرم بہت بڑا ہے لیکن ان کا عفو وکرم اس سے سوا ہے۔ آپ نے قرآن کے تینوں احکام بالترتیب صادر فرمائے۔ غلام آزاد کرو۔ طاقت نہیں۔ لگاتار ساٹھ روزے رکھو۔ طاقت نہیں۔ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ۔ طاقت نہیں۔

تو کیا یہ ناامید ہوکر یہاں سے واپس جاتا؟ نہیں۔ یہ مختار دو عالم کے دربار کی شان کے خلاف ہے، اسی وقت کھجور کا بھی آنا تھا، یہ آیا نہیں تھا بلکہ آنے پر مجبور تھا۔ آنے والا آیا تھا مجرم بن کر مگر واپسی ہوئی انعام یافتہ ہوکر روزوں کے کفارے کا یہ چوتھا حکم کہاں سے آیا؟ یہ اختیار مصطفیٰ کی ایک کرن ہے ساری خدائی کو جو کچھ ملتا ہے اسی در سے ملتا ہے۔ حدیث دیکھو..............................

قال سمعت النّبی ﷺ یقول من یرد اللہ بہٖ خیرًا یفقھہٗ فی الدین وانما انا قاسم ویعطی اللہ

(بخاری شریف ج۲/ص۱۰۸۷ ج۲/ص۴۴۹)

(ترجمہ)

حضرت معاویہ نے بتایا میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے سنا۔ اللہ تعالیٰ جس سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کا فقیہ بنا دیتا ہے۔ میں تو بانٹنے والا ہوں، اللہ دیتا ہے۔

حدیث ملاحظہ ہو.......... **واللّٰہ المعطی وانا القاسم**

(بخاری شریف ج ۱/ص ۴۳۹)

(ترجمہ) .... اللہ دیتا ہے، میں بانٹتا ہوں۔

حدیث

قال رسول اللّٰہ ﷺ انما انا قاسم وخازن واللّٰہ یعطی

(بخاری شریف ج ۱/ص ۴۳۹)

(ترجمہ) .... میں تو بانٹنے والا، میں تو خزانے والا ہوں، اور اللہ دیتا ہے۔

ہدایت

عربی مدارس کے طلبہ بھی اس مبارک جملہ کے معنوی سمندر سے باخبر ہیں کہ "**انما انا قاسم وخازن**" میں کسی قسم کی کوئی تخصیص نہیں جس طرح سے یہاں اللہ تعالیٰ کی عطا میں کوئی تخصیص نہیں اسی طرح حضور ﷺ کی قاسمیت میں بھی کوئی تخصیص نہیں نہ اس میں کسی زمانہ کی قید ہے اور نہ کسی مکان کی قید، نہ نوع کی قید نہ جنس کی قید، نہ جواہر کی قید نہ عوارض کی قید، عالم اسباب ہو یا عالم برزخ ہو یا پھر عالم آخرت جہاں بھی عطائے الٰہی کا فیضان ہوگا وہاں "**انما انا قاسم وخازن**" کے جلوؤں کی بارش ہوگی پھر ایک انسان کے ذہن وفکر میں یہ تصور کیسے آ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عطائیں آقائے دو جہاں کے توسط کے بغیر کسی کو حاصل ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی جو نعمت جہاں بھی جس کو بھی جیسے بھی ملی ہو یا ملے اس کا قاسم اللہ کا نبی ہے۔

حدیث

انماجعلت قاسماً بینکم وقال حصین بعثت قاسماً اقسم بینکم

(بخاری شریف ص/۴۳۹)

(ترجمہ)

بانٹنے والا تو مجھے بنایا گیا، تمہارے درمیان میں بانٹتا ہوں اور حصین کی روایت ہے۔ میں بھیجا گیا اس حال میں کہ میں بانٹنے والا ہوں، میں تمہارے درمیان تقسیم کرتا ہوں، .... یوں تو حدیث اس باب میں بکثرت موجود ہیں، ایک اور حدیث پیش نظر ہے۔

عن عقبة بن عامر ان رسول اللّٰہ ﷺ خرج یوماً وصلیّ علیٰ اھل احد صلوٰة علی المیت ثم انصرف الیٰ المنبر فقال انی فرط لکم وانا شھید علیکم وانی واللّٰہ لانظر الیٰ حوضی الآن وانّی قد اعطیت مفاتیح خزائن الارض

(بخاری شریف ج ۲/ص ۹۵۱ مسلم شریف ج ۲/ص ۲۵۰)

(ترجمہ)

حضرت عقبہ ابن عامر سے حدیث مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ ایک دن باہر تشریف لے گئے احد کے شہدا پر نماز پڑھی جنازہ کی نماز کی طرح پھر منبر شریف پر جلوہ فرما ہوئے تو فرمایا میں تمہارے لئے فرط ہوں اور میں تم پر گواہ ہوں اور قسم اللہ کی میں اس وقت یقیناً اپنا حوض دیکھ رہا ہوں اور مجھے زمین کے سارے خزانوں کی چابیاں دیدی گئی ہیں

ہدایت

"**فــرط**" اس شخص کو کہا جاتا ہے جو دوسرے کی آمد سے پہلے انکے لئے ضروری لوازمات مہیا کرے، حضور ﷺ نے غیب کی خبر دی ہے کہ اب میری صحبت کو تم ترس جاؤ گے میں یہاں سے رخصتی کی تیاری میں ہوں میں تمہارے دلوں کی کیفیت کو اچھی طرح دیکھ رہا ہوں تم ایک عظیم صدمہ سے دوچار ہونے والے ہو میرے یہاں سے جانے کا مفہوم تم

سے جدائی نہیں ہے بلکہ تمہاری آخرت کو سنوارنے جارہا ہوں،، فانی فرط لکم،، محشر کے ہولناک مناظر سے تو تم واقف ہو عدل کا میزان قائم ہوگا، جہنم کے شعلوں سے گھبرانا نہیں، صراط کے تصور سے بے چین نہ ہونا، مقام محمود تو مجھے ملے گا، اذن شفاعت مجھے ملے گا، میں تمہارے اعمال پر تمہارا گواہ بھی ہوں، وانا شهيد عليكم پیش نظر رکھنا۔

اے میرے وفادارو! میں اس وقت اپنا حوض دیکھ رہا ہوں شک نہ کرنا یقیناً دیکھ رہا ہوں۔ اپنی طرح مجھے نہ سمجھنا۔ واللہ یقیناً دیکھ رہا ہوں۔ اسے علم غیب نہیں تو اور کیا کہا جائے گا؟ یہ نہ کہنا کہ خواب میں دیکھا ہوگا۔ اللہ کی قسم ضرور ابھی میں اپنا حوض دیکھ رہا ہوں جبکہ تمہارے سامنے موجود ہوں۔ والله لانظر الیٰ حوضی الأن

اس ایمان افروز جملہ پر غور فرمائیں میں اپنا حوض دیکھ رہا ہوں، یہ نہیں فرمایا کہ جنت کا حوض دیکھ رہا ہوں، حوض کوثر دیکھ رہا ہوں، یا اللہ کا حوض دیکھ رہا ہوں بلکہ اپنا حوض دیکھ رہا ہوں۔ اس میں صحابہ کرام کے لئے تسلی بھی ہے۔ اے میرے جانثارو! محشر کی شدت حرارت سے پریشان نہ ہونا۔ پیاس کے تصور سے خوفزدہ نہ ہونا تم میرے ہو، حوض کوثر بھی میرا ہے، پھر ہولناک منظر کا اندیشہ کیوں ہو، جو حوض کوثر میرا نہیں مانتا ہے وہ میرے حوض سے ایک جام کا حقدار بھی نہیں ہوگا۔

مسلمانو! نبیوں کے تاجدار ﷺ کی تو وہ ذات گرامی ہے کہ اس روئے زمین کے جس خطہ کو سب سے زیادہ قدم بوسی کا شرف ملا وہ رشک جنت بنا، جس کو اس سے زیادہ وقت ملا وہ حوض کوثر کا خزانہ بنا اور جس کو جسد اطہر سے قریب ترین اقامت ملی وہ دونوں جہاں کی جگہوں میں ممتاز ہوا۔ دیکھو حدیث پاک سے وجد آجائیگا۔

عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ ما بين بيتي ومنبری روضة من رياض الجنة ومنبری علیٰ حوضی

(بخاری شریف ج ۲ ص ۱۰۹۰، ج ۲ ص ۹۷۵، ج ۱ ص ۱۵۹، ج ۱ ص ۲۵۳ مسلم شریف ج ۱ ص ۴۴۶)

(ترجمہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا، میرے گھر اور منبر کے درمیان جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے اور میرا منبر میرے حوض کوثر پر ہے۔

هدایت

ایک طرف حجرۂ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا ہے دوسری طرف مسجد نبوی شریف کا منبر ہے، ایک بار نماز کے لئے تشریف لے جانے پر درمیان کے خطہ زمین کو دوبار قدم بوسی کا موقع مل رہا ہے۔ اسی درمیانی خوش نصیب زمین کو اللہ کے رسول نے جنت کی کیاری قرار دیا منبر شریف پر نماز کے بعد کچھ دیر جلوہ فرما ہوتے اسلئے وہ حوض کوثر کا خزانہ بن گیا نہیں بلکہ حوض کوثر کے سر کا تاج بن گیا اور ملکیت کا والا نامہ بھی اس کا وہ گوہر آبدار بنا کہ منبری علیٰ حوضی کی مبارک سند سے اسے سرفراز کیا گیا، اس سے بھی زیادہ قیمتی وقت حجرۂ مقدسہ کو ملا تو پھر اس کی عظمت کا کیا ٹھکانا ہوگا، درجنوں حدیثیں ہیں کہ اس مکان کے مکین کی اجازت کے بغیر اس میں تو سید الملائکہ حضرت جبریل علیہ السلام بھی داخلے کی ہمت نہیں کرتے تھے، پھر وہ زمین جو جسد پاک سے قریب ترین ہے علماء نے فرمایا کہ عرش سے بھی اعلیٰ وافضل ہے۔

بہر حال گفتگو ہو رہی تھی کہ حضور ﷺ نے احد سے واپسی پر چار جملے ارشاد فرمائے تھے، تیسرا جملہ تھا، قسم اللہ کی یقیناً ابھی میں اپنا حوض دیکھ رہا ہوں۔ اب اس کے بعد یہ نہ سمجھنا کہ اس جہاں سے میرا تعلق ختم ہو رہا ہے، بلکہ جس طرح وہ جنت میری ہے اسی طرح یہ زمین بھی میری ہے، آپ کا چوتھا جملہ تھا۔ قد اعطيت مفاتيح خزائن الارض

اے میرے صحابیو! زمین کے خزانوں کی ساری کنجیاں مجھے دیدی گئیں ہیں

مسلمانوں کا زمین کے مرکز عالم ہونے پر اتفاق ہے کرۂ ماء ہو یا کرۂ ہوا، کرۂ زمہریر ہو یا کرۂ نار، فلک قمر ہو یا فلک زہرہ، فلک عطارد ہو یا فلک شمس، فلک مشتری ہو یا فلک اطلس، فلک

البروج ہو یا ساتوں آسمان یا کرسی ہو یا عرش سب کا مرکز یہی زمین ہے۔ ہندوستان کی راجدھانی اور مرکز کی حیثیت سے جو دلی میں تخت نشیں ہوگا۔ وہ ہندوستان کا حکمراں مانا جائیگا ۔لھٰذا مرکز عالم جس کے قبضہ میں ہوگا۔ عالم پر اسی کی حکمرانی ہوگی۔ اللہ کے رسول نے فرمایا زمین کے خزانوں کی ساری چابیاں مجھے دیدی گئیں ہیں۔ جب مرکزی خزانوں کی چابیاں ان کے پاس ہیں تو محیط پر بھی انھیں کا قبضہ ہوگا۔ ورنہ مرکز اپنی حیثیت کھودے گا، پھر مرکز مرکز نہ رہ کر ایک ریاست میں تبدیل ہوجائیگا۔

ایک صندوق کی چابی جب کسی کے پاس ہوتی ہے تو اسے معلوم ہوتا ہے یہ صندوق کتنا بڑا ہے؟ اس میں کتنے خانے ہیں؟ کس خانے میں کونسی دولت ہے؟ دولت کا کل میزان کتنا ہے؟ اور جب اسی چابی والے کو تقسیم کا اختیار بھی مل جائے تو اس کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ اس کے مصارف کتنے ہیں، کیا کیا ہیں؟ ابھی حقدار کون کون ہیں؟ جیسے ہندوستان کے مرکزی حکمراں کو یہ معلوم ہے کہ ہماری آمدنی کیا ہے؟ اخراجات کیا کیا ہیں؟ کون کون صوبے کس چیز کے حقدار ہیں؟ کون کتنے کا مستحق ہے؟ اس اختیار اور معلومات کا مالک اگر یہ حکمراں ہے جیسے الکشن کے ذریعے چابی ملی ہو تو اس خزانے والے کا حال کس قدر پرشکوہ اور باعظمت ہوگا، جسے مرکزی خزانوں کی چابیاں ایسی ذات سے ملی ہوں۔ جس نے ان خزانوں کو پیدا کیا ہو، پھر چابیاں لینے والا ماذون ومختار بھی اس شان کا ہو کہ چابیوں کی واپسی کی کوئی گنجائش بھی نہ رہے۔

دیکھو! زمین کے خزانے کتنے ہیں۔ ہوا، پانی زمین کے خزانے ہیں۔ ہریالی بھی ہے، بہار بھی ہے، اناج بھی ہے، پھل بھی ہے، لعل بھی ہے گہر بھی ہے، لوہے تانبہ بھی ہیں سونا چاندی بھی ہیں، علم وہنر بھی ہیں، صحت وشفاء بھی ہیں۔ ہزاروں خزانے ہیں۔ پھر انکے مصارف بھی کھربوں میں ہیں ۔ایک انار کو دیکھئے پیڑ کو کس قدر پانی اور آکسیجن کی ضرورت ہے۔ اسکی ایک شاخ کو کتنے کی ضرورت ہے اس شاخ کی ایک کلی کو کتنے کی ضرورت ہے؟ اس کلی سے کھلنے والے پھول کو کتنے کی ضرورت ہے، اس پھول میں انار کو کتنے کی ضرورت ہے، اس انار کی جھلی کو کتنے کی ضرورت ہے اس جھلی میں لپٹے ہوئے کتنے دانے ہیں ،اس میں ہر ایک دانے کو کتنے کی ضرورت ہے؟ یہ سب ان خزانوں کے مصارف میں سے ہیں، اور جب بانٹنے والا بھی وہی خزانے والا ہو تو اسے ہر ایک کے بارے میں علم ہونا ضروری ہے ورنہ حق تلفی کا اندیشہ ہوگا۔ جس کی اس دربار عالی شان میں گنجائش نہیں ہے تو یقیناً یہ خزانے والا ہر ایک ذرہ کو جانتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان خزانوں کی چابیاں عطا کردیں، تو ان کے مصارف کا علم غیب بھی ضرور عطا کردیا ہے۔

لھٰذا ہمارا نبی اپنے رب کی عطا سے غیب کا عالم بھی ہے اور خزانوں کا مختار بھی ہے۔ اعلیٰحضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت امام اہلسنت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ وارضاہ فرماتے ہیں۔

کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہئے : دینے والا ہے سچا ہمارا نبی
رب ہے معطی یہ ہیں قاسم : رزق ہے اسکا کھلاتے یہ ہیں

فللّٰہ الحمد وعلیٰ نبیّہٖ الصّلوٰۃ والسّلام

۲۱؍شوال المکرم ۱۴۳۴ھ ۳۰؍اگست ۲۰۱۳ء بروز جمعہ مبارکہ

عزیز باوقار جناب مولانا محمد سلمان عارف صاحب برکاتی سلمہٗ اللہ تعالیٰ کا

اظہار تشکر

بلخ کی شان وشوکت سے کون واقف نہ ہوگا، شہنشاہ بلخ شاہی محل میں آرام فرمارہے تھے، ایک انسانی آہٹ نے بلخ کے سلطان کی استراحت میں خلل ڈال دیا تھا، آواز شاہی محل کی چھت سے آرہی تھی فرمان شاہی سے قصر صدارت لرز اٹھا، کون ہے؟ جو اس وقت چھت پر چہل قدمی کی جرأت کررہا ہے جب کہ شہنشاہ بلخ اس وقت اسی محل میں آرام فرمارہے ہیں ۔ آواز آئی............ میں ایک شتربان ہوں، میرا اونٹ غائب ہوگیا ہے جسے تلاش کررہا ہوں ۔ شہنشاہ بلخ حضرت ابراہیم ابن ادہم علیہ الرحمہ نے شاہی رعب کے ساتھ جواب دیا ۔ شاہی محل کی یہ چھت ہے۔ کوئی چراگاہ نہیں کہ کھویا ہوا اونٹ یہاں تلاش کیا جائے۔ جاؤ اپنے اونٹ کو جنگلوں میں بیابانوں میں تلاش کرو۔ چھت سے دوبارہ آواز آئی۔ جب شاہی محل کی چھت پر ایک اونٹ نہیں مل سکتا ہے تو کمخواب کے ملبوسات میں ریشمی فرش اور ہیرے جواہر سے مرصع مسہری پر اللہ پاک بے نیاز کی تلاش اس سے بھی حیران کن ہے۔ دراصل شاہی تخت پر اس وقت حضرت ابراہیم ابن ادہم شان توحید کے بحر ذخار میں مستغرق ہوکر دنیا ومافیہا سے جدا تصورات کے پردے میں سلوک کے منازل کا مشاہدہ کررہے تھے۔ غیر متوقع اس آواز نے اس میں اور طوفان برپا کردیا تھا۔ نفسانی خواہشات پر توحیدی بادلوں سے بجلیوں کی بارش ہورہی تھی۔ جام بقا سے فنا کا سحر انگیز لطف مل رہا تھا، ان کی رنگین دنیا انہیں اب منحوس نظر آرہی تھی، جذب کی ایک انمول طاقت نے انھیں اپنی طرف کھینچ کر اس تاریک دنیا سے کافی بلند وبالا کردیا تھا یہی وجہ تھی کہ حضرت ابراہیم ابن ادہم نے نعرۂ توحید کے ساتھ بلخ کی سلطنت کو خیرباد کہہ دیا تھا، شہر کانپور کے قصبہ بلہور میں بھی اسی کا ایک نظارہ کچھ اس انداز سے بلہور والوں کے سامنے رونما ہوا، جب کشتۂ خنجر تسلیم ورضا صوفئ باصفا حضرت قاضی عبدالشکور صاحب قبلہ علیہ الرحمہ نے نفس امارہ کو شکست دے کر اس پرفریب دنیا کی لذتوں کو اپنے سے کافی دور پھینک دیا تھا ایک ایسے وقت میں جب کہ انکا کاروبار شباب پر تھا، کانپور سے بمبئی تک تجارت میں وسعت ہوچکی تھی، بلہور کے ایک وسیع آراضی پر انکا شاندار مکان چمک رہا تھا، دولت کی فراوانی تھی، قرب وجوار کے رؤسا شکوری دربار میں اپنی حاضری کو سعادت مندی تصور کررہے تھے لیکن حضرت قاضی صاحب قبلہ ایک نادیدہ کشش کی وجہ سے کسی اور کی طرف مائل تھے، نماز روزہ کے علاوہ اور احکام شرع پر بھی عمل پیرا رہنا انکا آخری منشاء تھا، علماء، صلحاء وغرباء کی مہمان نوازی پر فخر کرتے تھے، جبکہ رؤسا کے ساتھ ملاقات کیلئے انکے پاس وقت نہیں تھا، متدین عالم دین کی محبت روز بروز پروان چڑھ رہی تھی پھر وہ دن بھی آیا جب آپ نے ساری دنیاوی دولت سے منہ موڑ لیا کہ خشیت الٰہی میں دولت کی محبت کہیں خلل انداز نہ ہوجائے، صرف اپنا مکان رہ گیا تھا، پھر بلہور والوں نے حضرت ابراہیم بلخی کی شان استغنائی کا وہ روح پرور منظر بھی دیکھا جب بابا قاضی عبدالشکور صاحب قبلہ نے اپنے پیارے نبی ﷺ کی محبت میں ایک مدرسہ کے نام پر اپنا وہ قیمتی مکان بھی وقف کردیا جسے انہوں نے اپنی رہائش کے لئے بنایا تھا۔

کسے معلوم کہ بابا کا یہ نیک قدم ایک دن مجاہدانہ شان سے بلہوریوں کے دلوں سے ایک ایسی ندامت کو دور کرے گا جو ڈیڑھ صدی پرانی تھی اور ان کے چہروں پر دوبارہ مسکراہٹیں رقص کرتی نظر آئینگی۔ تاریخ شاہد ہے کہ تقریباً ڈیڑھ سو سال پہلے اسی بلہور میں ایک ایسی کتاب لکھی گئی تھی جس میں قرآن کریم کے خلاف عقائد بیان کئے گئے تھے، حدیثوں کا استہزاء کیا گیا تھا، اللہ والوں کو گالیاں دی گئیں تھیں، یہاں کے مسلمان اپنی اس فضیحت سے کافی شرمندہ تھے، لیکن آج بحمد اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی یہ ندامت دور ہوچکی ہے۔ بابا عبدالشکور نے جو پودہ لگایا تھا وہ قابل رشک کیاری میں بدل چکا ہے، اس میں کھلنے والے پھولوں کی خوشبو سے ڈیڑھ سو سالہ پرانا تعفن دور ہوچکا ہے فضیحت المسلمین کی شرمندگی سے یہاں کے مسلمان باہر آچکے ہیں اہل سنت کے چہروں پر مسکراہٹیں کھیل رہی ہیں کہ بابا کی

قربانیاں رنگ لا رہی ہیں اسی کی ایک کڑی "قرن الشیطان" نام کی یہ کتاب ہے جو آپ کے ہاتھوں میں ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ مصنف کی اس کاوش کو قبول فرمائے، اور عامۂ مسلمین کے لئے اسے مفید بنائے۔ (آمین)

محمد سلمان عارف برکاتی

(ابن مولانا انیس الرحمان صاحب نوری پرنسپل جامعہ ھذا ۔26/3/14)

(برائے ایصال ثواب)

عالی جناب رئیس احمد صاحب (مرحوم) والد مولانا انیس الرحمان صاحب

عالی جناب شمیم الدین (مرحوم) والد ماسٹر محی الدین صاحب

مصنف کے نوری قلم کی کچھ نورانی لکیریں

اسماء کتب	موضوع
حوالۂ توقیت	جنتریوں کی کچھ عام غلطیوں کا مواخذہ
سوغات نور	کانپور کے لئے اوقات نماز اور جہت قبلہ
سوغات کرام	بلگرام شریف کے لئے اوقات نماز اور جہت قبلہ
تنظیم الاوقات	بنگال کے ایک علاقہ کے لئے اوقات نماز اور جہت قبلہ
اپنا قبلہ	علی گڑھ۔ قبلہ۔ سائنس اور فاضل بریلوی
قرن الشّیطان	فتنۂ نجدیت
لجام نوری	چلتی ٹرین پر نماز کیوں جائز نہیں؟

مقالے

ایک شبہ کا ازالہ	الموڑا کی پہاڑیاں اور اوقات نماز
علامہ برجندی اور فاضل بریلوی	جہت قبلہ میں دنیا کی چار منفرد جگہ
شفق اور صبح	جہاں وقت عشاء نہ ہو وہاں مغرب اور فجر میں خط امتیاز
الہلال	رویت ہلال کی شہادت کتنی دوری تک معتبر
ایک حدیث پاک	وہ علاقے جہاں سورج کچھ ایام تک طلوع یا غروب نہ ہو